احادیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

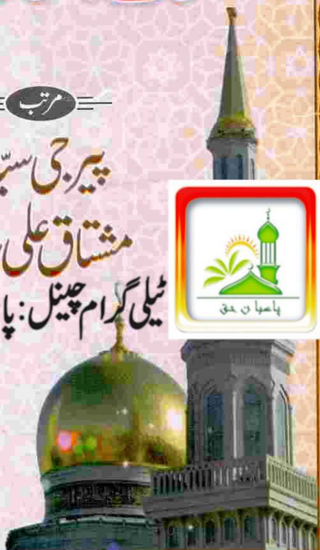
اور

مسلک احناف

مرتب

پیر جی سیّد

مشتاق علی شاہ





نام کتاب : .... احادیث مصطفیٰ ﷺ اور مسلک احناف

مرتب پیر جی سید مشتاق علی شاہ

صفحات 112

قیمت

تعداد ایک سو 100

تاریخ طبع اول : .... دسمبر ۲۰۱۷ء



فہرست مضامین

عنوان	صفحہ


پاسبان حق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)......بلی کا جوٹھا مکروہ ہے

حدیث نمبر۱:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُغْسَلُ الإِنَـاءُ إِذَا وَلَغَ فِيهِ الكَلْبُ سَبْعَ مَرَّاتٍ أُولاهُنَّ أَوْ أُخْرَاهُنَّ بِالتُّرَابِ، وَإِذَا وَلَغَتْ فِيهِ الهِرَّةُ غُسِلَ مَرَّةً.

روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دھویا جاوے برتن جب منہ ڈال دے اس میں کتا سات مرتبہ اول مرتبہ یا آخر مرتبہ مٹی سے مل کر اور جب بلی منہ ڈال دے تو ایک بار۔

(ترمذی مترجم جلد اول ص ۸۰ مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب خان محل دستگیر کالونی کراچی نمبر ۳۸ مترجم علامہ بدیع الزمان غیر مقلد)

تشریح:

اس حدیث میں کتے کے جوٹھے اور بلی کے جوٹھے کا حکم بیان ہوا ہے۔ ہمارا استدلال بلی کے جوٹھے سے ہے کتے کے جوٹھے کا حکم اپنی جگہ پر بیان ہوگا وہاں پر ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر۲:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ إِذَا وَلَغَ الْهِرُّ فِي الْإِنَاءِ فَاهْرِقْهُ وَاغْسِلْهُ مَرَّةً

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جب بلی برتن میں منہ ڈال کر پی لے تو اس کے پانی کو گرا دے اور برتن کو ایک دفعہ دھولے۔ (سنن دارقطنی ج ا ص ۶۷)

تشریح:

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کے جوٹھے پانی کو گرا دینے کا حکم دیا اور جس برتن میں وہ پانی ہو اس برتن کو ایک بار دھونے کا حکم دیا بعض روایات میں دو بار دھونے کا حکم بھی آیا ہے اگر پانی بالکل پاک ہوتا تو پھر آپ دھونے کا حکم نہ فرماتے۔

(۲)......درندے چوپایوں کا جوٹھا نجس اور ناپاک ہے

حدیث نمبر ا:

ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہر ذی ناب درندہ کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔(بخاری، باب اکل کل ذی ناب من السباع)

حدیث نمبر ۲:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ دونوں حضرات ایک حوض کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے مالک حوض کیا تیرے اس پانی پر درندے آتے ہیں؟ (اس کے جواب دینے سے پہلے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے حوض کے مالک ہم کو خبر نہ دینا کیوں کہ اگر درندوں کی آمد کی خبر دی گئی تو ہم دونوں پر اس (پانی) کا استعمال متعذر ہو جائے گا کیوں کہ حضور ﷺ نے اس سے منع کیا ہے۔

(بحوالہ اشرف الہدایہ ج ا ص ۱۹۴)

حدیث نمبر ۳:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر کچلی دار درندے کا کھانا حرام ہے۔(ابن ماجة، باب اکل کل ذی ناب من السباع)

حدیث نمبر ۴:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہر کیلے والے درندہ سے۔(مسند امام اعظم مترجم ص ۳۲۸)

حدیث نمبر ۵:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع کیا ہر دانت والے درندے کے کھانے سے اور ہر پنجے والے پرندے کے کھانے سے۔

(ابوداؤ، مترجم ج ۳ ص ۱۶۸ ترجمہ وحید الزماں غیر مقلد)

حدیث نمبر ۶:

مقدام بن معدیکرب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ بس حلال ہے دانت والا درندہ الخ۔(ابوداؤ، مترجم ج ۳ ص ۱۶۸ ترجمہ وحید الزماں)

حدیث نمبر۷:

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کیا خیبر میں سو یہودی آپ ﷺ کے پاس آئے اور شکایت کرنے لگے کہ لوگوں نے جلدی کر کے ان کے بندھے جانور لوٹ لیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دیکھو خبر دار ہو جو کافر تم سے عہد کر لیں ان کے مال لوٹنا درست نہیں مگر حق سے اور حرام ہیں تم پر بستی کے گدھے اور گھوڑے اور خچر اور ہر دانت والا درندہ اور ہر پنجے والا پرندہ۔

(ابوداؤ، مترجم ج ۳ ص ۱۶۸ ترجمہ وحید الزماں، باب ما جاء فی اکل السباع)

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ درندوں کا گوشت ناپاک ہے اور لعاب گوشت ہی سے پیدا ہوتا ہے اس لیے پاکی ناپاکی میں گوشت کا ہی اعتبار کیا جائے گا۔ ہم نے یہاں صرف سات روایات نقل کر دی ہیں ان کے علاوہ بھی احادیث موجود ہیں۔

(۳)......گدھے کا جھوٹا مشکوک ہے

اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں جس کی وجہ سے گدھے کے جھوٹے کا مشکوک ہونے کا حکم نکلتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر۱:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ أَبَا إِدْرِيسَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا ثَعْلَبَةَ قَالَ حَرَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُحُومَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ

ابن شہاب زہری سے روایت ہے ان کو خبر دی ابو ادریس خولانی نے ان سے ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے بستی کے گدھوں کا گوشت حرام کیا ہے۔

(بخاری لحوم الحمر الانسية)

حدیث نمبر۲:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم نَهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع کیا عورتوں کے ساتھ متعہ

کرنے سے خیبر کے دن اوربستی کے گدھوں کے گوشت سے بھی منع کیا۔

(مسلم، باب تحریم اکل لحم الحمر الانسیة)

ان دونوں روایات سے گدھوں کا گوشت کھانا حرام ثابت ہوتا ہے جب گوشت حرام ہوا تو لعاب بھی حرام ہوا کیوں کہ گوشت سے ہی لعاب پیدا ہوتا ہے جب لعاب حرام ہے تو اس کا جوٹھا بھی ناپاک ہوا۔مگر یہ ایسا جانور ہے کہ گھروں میں بندھا رہتا ہےاورادھرادھر منہ مارتا رہتا ہے۔اس سے بچنا بہت مشکل ہے۔اس وجہ سے اس کے جوٹھے کومشکوک کہا جائے گا۔دوسری وجہ پہلے اس کا گوشت حلال تھا پھر حرام ہوااور بعض روایات میں مجبوری کا ذکر بھی آیا ہے۔

(۴)......حلال جانوروں کا پیشاب ناپاک ہے

حدیث نمبرا:

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَنْزِهُوْا مِنَ الْبَوْلِ فَإِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ پیشاب سے بچا کرو، کیوں کہ اکثر عذاب قبر اسی وجہ سے ہوتا ہے۔

(سنن دار قطنی ج ا ص ۱۲۷۔مستدرک حاکم ج ا ص ۱۸۳)

تشریح:

اس حدیث میں ہر قسم کے پیشاب سے مطلقاً منع کیا گیا ہےاورکسی بھی جانور کے پیشاب کومستثنیٰ نہیں کیا گیا۔

حدیث نمبر۲:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى قَبْرَيْنِ فَقَالَ أَمَا إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ وَأَمَّا الآخَرُ فَكَانَ لاَ يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ

(مسلم، الطهارة، باب الدَّلِيلِ عَلَى نَجَاسَةِ الْبَوْلِ وَوُجُوبِ الاِسْتِبْرَاءِ مِنْهُ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں سے گزر ہوا۔

آپ ﷺ نے فرمایا ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور یہ عذاب کچھ بڑے گناہ پر نہیں ہو رہا بلکہ ان میں سے ایک شخص چغلی کھایا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے بچنے سے احتیاط نہیں کرتا تھا۔

تشریح:

اگر پیشاب پاک ہوتا تو پھر عذاب نہ ہوتا۔ اس حدیث میں بھی مطلقاً پیشاب کا حکم ہے۔

حدیث نمبر۳:

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ صَحَابِیٍّ صَالِحٍ اُبْتُلِیَ بِعَذَابِ الْقَبْرِ جَآءَ اِلٰی اِمْرَاَتِهٖ فَسَاَلَهَا عَنْ اَعْمَالِهٖ فَقَالَتْ کَانَ یَرْعِی الْغَنَمَ وَلاَ یَتَنَزَّهُ مِنْ بَوْلِهٖ فَحِیْنَئِذٍ قَالَ عَلَیْهِ السَّلاَمُ اِسْتَنْزِهُوْا مِنَ الْبَوْلِ فَاِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ. (مستدرک حاکم ج۱ بحوالہ زجاجۃ المصابیح مترجم ج۱ ص ۳۲۷)

جب رسول اللہ ﷺ ایک نیک صحابی کے دفن سے فارغ ہو کر جو عذاب قبر میں مبتلا ہوئے تھے ان صحابی کی بیوی کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے ان صحابی کے اعمال کے متعلق دریافت فرمایا تو ان کی بیوی نے جواب دیا کہ وہ بکریاں چرایا کرتے تھے اور ان کے پیشاب سے پرہیز نہیں کرتے تھے تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پیشاب سے بچا کرو کیوں کہ عموماً عذاب قبر اسی سے ہوتا ہے۔

حدیث نمبر۴:

عَنِ الْحَسَنِ اَنَّهٗ کَرِهَ اَبْوَالَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ.

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اونٹ، گائے، بیل اور بکریوں کے پیشاب کو مکروہ (تحریمی) قرار دیا ہے۔ (طحاوی)

(۵)......اذان میں ترجیع

حدیث نمبر۱:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِی لَیْلٰی عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَیْدٍ قَالَ کَانَ اَذَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَفْعًا شَفْعًا فِی الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ

(الترمذی، ج۱ ص ۲۷، بابَ ما جاء ان الاقامۃ مثنیٰ مثنیٰ)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ کی اذان و اقامت دو مرتبہ تھی۔

حدیث نمبر۲:

عن عون بن أبی جحیفة عن أبیه أن بلالا کان یؤذن للنبی صلی الله علیه و سلم مثنی مثنی ویقیم مثنی مثنی (دارقطنی ج۱ص۲۴۲)

عون بن ابی جحیفہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے سامنے اذان واقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہتے تھے۔۔

حدیث نمبر۳:

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی اطلاع نے فکر مند کر رکھا تھا یہاں تک کہ آپ نے ارادہ فرمالیا کہ لوگوں کو حکم دیں وہ ٹیلوں پر چڑھ کر ہاتھ کھڑے کر کے اشاروں سے لوگوں کو نماز کی اطلاع دیں حتی کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا ایک آدمی ہے جس کے اوپر دو سبز کپڑے ہیں مسجد کی دیوار پر کھڑا ہو کر کہہ رہا ہے اللہ اکبر چار دفعہ اشہدان لا الہ الا اللہ دو دو دفعہ اشہدان محمد ارسول اللہ دو دو دفعہ حی علی الصلوٰۃ دو دفعہ حی علی الفلاح دو دفعہ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ پھر اس نے اقامت پڑھی وہ بھی اسی طرح اور اس کے آخر میں قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ کہا یعنی تحقیق نماز کھڑی ہوگئی پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا بلال کے سامنے اسے بیان کر میں نے بیان کر دیا تو لوگ دوڑے ہوئے آئے مگر کچھ سمجھ نہ سکے اتنے میں وہ فارغ بھی ہو چکا تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے اگر وہ مجھ سے سبقت نہ لے گیا ہوتا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلاتا کہ میرے ساتھ بھی یہی گزری ہے۔ جو اس کے ساتھ گزری۔ (نصب الرایہ ج۱ص۲۷۵)

(۶)......اکہری اقامت

حدیث نمبر۱:

حضرت ابو محذورہ فرماتے ہیں مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان واقامت دو دو مرتبہ سکھائی۔ (مصنف عبدالرزاق ج۱ص۴۵۸)

حدیث نمبر۲:

عبدالعزیز بن رفیع فرماتے ہیں میں نے ابو محذورہ کی اذان واقامت سنی دونوں دو دو مرتبہ تھیں۔ (طحاوی ج۱ص۹۳)

حدیث نمبر۳:

حضرت ابراہیم فرماتے ہیں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی اذان واقامت دہری دہری ہوتی تھی۔(مصنف عبدالرزاق ج۲ص۴۶۲)

حدیث نمبر۴:

حضرت سوید بن غفلہ فرماتے ہیں میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان واقامت کہتے سنا ان کی اذان واقامت دو دو مرتبہ ہوتی تھی۔(طحاوی ج۱ص۹۴)

حدیث نمبر۵:

حضرت سعد بن قیس کہتے ہیں بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ اذان واقامت دو دو مرتبہ کہا کرتے تھے ایک دن ایک مؤذن کو سنا جس نے (اقامت) ایک مرتبہ کہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے دو دو مرتبہ کیوں نہ کہی تیری ماں مرجائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۱۳۸)

حدیث نمبر۶:

ابو اسحاق کہتے ہیں اصحاب علی اور اصحاب عبداللہ بن مسعود سب کے سب اذان اور اقامت دو دو مرتبہ کہا کرتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۱۳۸)

حدیث نمبر۷:

حضرت امام سفیان ثوری نے منیٰ میں اذان واقامت کہی جو دو دو مرتبہ تھی۔
(مصنف عبدالرزاق ج۱ص۴۶۲)

حدیث نمبر۸:

حضرت علی کا مؤذن اقامت دو دو مرتبہ کہا کرتا تھا۔(مصنف عبدالرزاق ج۱ص۴۶۳)

(۷)...... پیشاب اور پاخانہ کے وقت قبلے کی طرف منہ کرنا یا پیٹھ کرنا عمارتوں کے اندر بھی جائز نہیں' میدان اور عمارتیں حرمت میں برابر ہیں

عَنْ أَبِی أَیُّوبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَی أَحَدُکُمُ الْغَائِطَ فَلَا یَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا یُوَلِّهَا ظَهْرَهُ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک قضائے حاجت کے لیے آئے تو نہ وہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ اپنی پیٹھ کرے بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۶ باب لا تستقبل القبلة)

تشریح:

یہ اہل مدینہ کے لیے حکم ہے کیوں کہ مدینہ سے مکہ شمال کی جانب ہے اس لیے آپ ﷺ نے یہ حکم (مشرق مغرب والا) مدینہ والوں کو دیا۔ جن مقامات پر قبلہ مشرق یا مغرب میں ہے وہاں مشرق یا مغرب میں بھی قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا منع ہے کیوں کہ اصل علت احترام قبلہ ہے اور حدیث کے اندر عام حکم ہے۔ میدان اور عمارتوں دونوں کو شامل ہے۔

(۸)......تکبیر اللہ اکبر سے کہنی چاہیے

حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے قبلہ کی طرف رخ کرتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور اللہ اکبر کہتے۔

(ابن ماجہ ص ۵۸)

(۹)......نماز میں دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھے

حدیث نمبر ۱:

عن زياد بن السوائی عن ابی جحيفة عن علی قال ان من السنة فی الصلاة وضع الكف علی الاكف تحت السرة.

(مسند احمد ص ۱۱۰، حاشیہ ابو داؤد ص ۱۱۷، تحت باب: وضع اليمنی علی اليسری فی الصلٰوة)

حضرت زیاد بن زید السوائی روایت کرتے ہیں ابوجحیفہ سے، وہ حضرت علی سے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہتھیلی کو ہتھیلی پر رکھنا ناف کے نیچے یہ سنت ہے۔

حدیث نمبر ۲:

عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابيه قال رايت النبی صلی الله عليه

وسلمَ یضع یمینه علی شماله فی الصلٰوۃ تحت السرۃ.

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۱ ص۳۹۰، باب وضع الیمین علی الشمال)

علقمہ بن وائل بن حجر سے روایت ہے کہ میرے والد نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھا۔

حدیث نمبر۳:

عن ابی هریرۃ قال من السنة ان یضع الرجل یدہ الیمنٰی علی الیسرٰی تحت السرۃ فی الصلاۃ وبه قال سفیان الثوری، واسحاق وقال اسحاق تحت السرۃ أقوی فی الحدیث وأقرب الی التواضع.

(الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف ج۳ ص۹۴، حدیث نمبر۱۲۹۱ ابن المنذر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز کی سنت دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا ہے۔ یہی قول حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ اور اسحاق رحمہ اللہ کا ہے۔ اور اسحاق بن راہویہ نے فرمایا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث زیادہ قوی ہے۔ اور تواضع کے بھی زیادہ قریب ہے۔

حدیث نمبر۴:

اخبرنا ابو الحسین الفضل ببغداد انبأ ابو عمرو بن السماك ثنا محمد بن عبید الله بن المناری ثنا ابو حذیفة ثنا سعید بن زربي عن ثابت عن انس قال: من اخلاق النبوۃ تعجیل الافطار وتاخیر السحور و وضع یمینك علی شمالك فی الصلٰوۃ تحت السرۃ. (الخلاقیات للبیهقی ج۱ ص۳۷، محلی ابن حزم ج۳ ص۳۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں۔ ① افطار جلدی کرنا، ② سحری دیر سے کھانا، ③ اور دورانِ نماز دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔

حدیث نمبر۵:

حجاج بن حسان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابومجلز رضی اللہ عنہ سے سنایا ان سے پوچھا کہ نماز میں ہاتھ کس طرح رکھوں؟ تو انہوں نے بتایا کہ دائیں ہتھیلی کے اندرونی حصہ کو بائیں ہتھیلی کے بیرونی حصہ پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھے۔ **(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۱ ص۳۹۱)**

حدیث نمبر۶:

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نمازی نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔ **(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۱ ص۳۹۱)**

حدیث نمبر۷:

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہی ہمارا مذہب ہے ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔

(کتاب الآثار امام محمد باب الصلاۃ قاعدًا حدیث نمبر ۱۲۱ ص۲۸)

حدیث نمبر۸:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق میں سے ہیں۔ ① افطار جلدی کرنا، ② سحری دیر سے کھانا، ③ ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا۔

(منتخب کنز العمال بر مسند احمد ج۲ ص۳۵۰)

لہٰذا فقہ حنفی کا یہ مسئلہ حدیث کے مطابق ہے نہ کہ خلاف۔

(۱۰)......نابالغ لڑکے کی امامت جائز نہیں

حدیث نمبر۱:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِمَامُ ضَامِنٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام ضامن ہے۔ (نابالغ بچہ کسی چیز کا ضامن نہیں بن سکتا) (ابوداؤد ج۱ ص۷۷، ترمذی ص۵۷)

حدیث نمبر۲:

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِيْ سُوَيْدٍ أَقَامَهُ لِلنَّاسِ وَهُوَ غُلَامٌ بِالطَّائِفِ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ يَؤُمُّهُمْ فَكَتَبَ بِذٰلِكَ إِلٰى عُمَرَ

يُبَشِّرُهُ فَغَضِبَ عُمَرُ وَكَتَبَ إِلَيْهِ مَا كَانَ نَوْلُكَ أَنْ تُقَدِّمَ لِلنَّاسِ غُلامًا لَمْ تَجِبْ عَلَيْهِ الْحُدُوْدُ (مصنف عبدالرزاق ج۲ص۳۹۸)

حضرت عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ محمد بن سوید نے مجھے لوگوں کے لیے نماز پڑھانے کے لیے کھڑا کر دیا اور یہ ابھی بچے ہی تھے طائف کے اندر یہ رمضان کے مہینہ میں لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے تو سوید نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا اور مبارک دی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اس پر ناراض ہو گئے اور سوید کو خط لکھا تمہارے لیے مناسب نہیں تھا کہ تم ایک بچے کو نماز پڑھانے کے لیے کھڑا کرتے جس پر حدود واجب نہیں۔

حدیث نمبر۳:

عَنْ عَطَاءٍ قَالَ لَا يَؤُمَّ الْغُلَامُ الَّذِىْ لَمْ يَحْتَلِمْ

(مصنف عبدالرزاق ج۲ص۳۹۸)

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بچہ جو بالغ نہیں ہوا وہ لوگوں کو امامت نہ کرائے۔

(۱۱)......فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھے

حدیث نمبر۱:

عَنْ معاذ بن رفاعة الزرقى ان رجلا من بنى سلمة يقال له سليم اتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال انا نظل فى اعمال فناتى حين نمسى فنصلى فيأتى معاذ بن جبل فينادى بالصلوٰة فناتيه فيطول علينا فقال له النبى صلى الله عليه وسلم يا معاذ لا تكن فتانا اما ان تصلى معى واما ان تخفف عن قومك.

حضرت معاذ بن رفاعہ رزقی سے روایت ہے کہ ایک آدمی تھا بنی مسلمہ میں سے جس کو سُلیم کہتے تھے وہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہم دن میں کام کرتے ہیں اور شام کو واپس لوٹتے ہیں۔ معاذ بن جبل ہمیں نماز پڑھاتے ہیں تو بہت لمبی نماز پڑھاتے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے معاذ کہ تو فتنہ نہ بن۔ تو یا میرے ساتھ نماز پڑھ یا پھر اپنی قوم کو

ہلکی (مختصر) نماز پڑھاؤ۔

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد امام طحاوی فرماتے ہیں۔ تو نبی ﷺ کا یہ فرمان حضرت معاذ کو دلالت کرتا ہے کہ یا تو میرے ساتھ نماز پڑھ یا مختصر نماز پڑھایا کر یعنی دو کاموں سے ایک کریں۔ (طحاوی ج۱ ص۲۷۸، باب الرجل یصلی الفریضة خلف من یصلی تطوعا)

(۱۲)...... سجدہ میں دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں کا زمین پر رکھنا

حدیث:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء (سات ہڈیوں) پر سجدہ کروں پیشانی بمع ناک، دو ہاتھ، دو گھٹنے، دو پاؤں۔ اور یہ بھی حکم ہے کہ ہم نماز میں کپڑوں اور بالوں کو نہ سمیٹا کریں۔

(بخاری ج۱ ص۱۱۲، مسلم ج۱ ص۱۹۳)

(۱۳)...... نماز میں بھول کر کلام کرنے سے بھی نماز باطل ہو جاتی ہے

حدیث نمبر۱:

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ كُنَّا نَتَكَلَّمُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ فَنَزَلَتْ وَقُومُوْا لِلّٰهِ قَانِتِينَ فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوتِ وَ نُهِيْنَا عَنِ الْكَلَامِ. (بخاری ج۱ ص۱۶۰، مسلم ج۱ ص۲۰۴، ترمذی ج۱ ص۸۵)

حضرت زید بن ارقم کہتے ہیں کہ ہم لوگ پہلے حضور ﷺ کے زمانہ میں نماز میں کلام کرتے تھے۔ پس جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾ تو ہم کو خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور ہر قسم کے کلام سے منع کر دیا گیا۔

حدیث نمبر۲:

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ قَالَ بَيْنَا أَنَا أُصَلِّيْ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ فَقُلْتُ وَاثُكْلَ أُمِّيَاهُ مَا شَأْنُكُمْ تَنْظُرُوْنَ إِلَيَّ فَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَ بِأَيْدِيهِمْ عَلٰى أَفْخَاذِهِمْ فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُصَمِّتُونَنِي لٰكِنِّي سَكَتُّ فَلَمَّا صَلّٰى

رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَانِيْ فَبِأَبِي هُوَ وَأُمِّيْ مَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلاَ بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيمًا مِنْهُ فَوَاللهِ مَا كَهَرَنِي وَلاَ ضَرَبَنِي وَلاَ شَتَمَنِي قَالَ إِنَّ هٰذِهِ الصَّلاَةَ لاَ يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلاَمِ النَّاسِ إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ. (مسلم ص ۲۰۳ ج ۱، باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ)

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک تھا کہ جماعت میں کسی شخص کو چھینک آئی میں نے کہا ''یرحمک اللہ'' لوگوں نے مجھے گھورنا شروع کر دیا، میں نے کہا کاش یہ کہ میں مر چکا ہوتا تم مجھے کیوں گھور رہے ہو۔ یہ سن کر انہوں نے اپنی رانوں پر ہاتھ مارنا شروع کر دیا جب میں نے سمجھا وہ مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں میں خاموش ہو گیا، رسول اللہ ﷺ پر میرے ماں باپ فدا ہوں میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ سے بہتر کوئی سمجھانے والا نہیں دیکھا۔ خدا کی قسم آپ ﷺ نے نہ مجھے جھڑکا نہ برا بھلا کہا نہ مارا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: نماز میں باتیں نہیں کرنی چاہییں۔ نماز میں صرف تسبیح تکبیر اور تلاوت کرنی چاہیے۔

(۱۴)...... مسئلہ عمل کثیر یعنی نماز میں تین قدم پے در پے چلنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے

دوران نماز بے ہودہ افعال اور کثیر حرکات ایسی آفت ہے کہ جس سے بہت ہی کم نمازی محفوظ رہے ہوں گے کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل نہیں کرتے جس میں کہا گیا ہے:

﴿وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ﴾ (البقرۃ: ۲۳۸)

''(نماز کی حالت میں) اللہ تعالیٰ کے سامنے باادب کھڑے ہوا کرو۔''

اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی پر کان نہیں دھرتے جس میں بتایا گیا ہے کہ:

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ○ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ○﴾ (المومنون: ۱-۲)

''یقیناً ایسے مومنوں نے نجات حاصل کر لی۔ جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔ یعنی ظاہری اعضاء اور دل کی یکسوئی سے نماز میں توجہ کرتے ہیں۔''

دورانِ نماز ان کے دل میں خوف و ہیبت طاری ہوتا ہے اور ان کے ظاہری اعضا بھی پُرسکون ہوتے ہیں، وہ نہ تو داڑھی وغیرہ سے کھیلتے اور نہ اِدھر اُدھر جھانکتے ہیں' بلکہ ان پر خوف وخشیت کی ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے جیسے عام طور پر کسی بادشاہ یا کسی بڑے شخص کے سامنے پیش ہونے سے ہوتی ہے۔

نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ اگر زمین ہموار نہ ہونے کی وجہ سے سجدہ کرنے میں دقت پیش آئے تو سجدہ کی خاطر پیشانی رکھنے کے لیے مٹی کو برابر کیا جا سکتا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لاَ تَمْسَحْ وَاَنْتَ تُصَلِّي فَإِنْ كُنْتَ لاَ بُدَّ فَاعِلاً فَوَاحِدَةٌ تَسْوِيَةَ الْحَصَى

(ابوداؤد، ج ۱ص ۵۸۱۔ صحیح الجامع الصغیر البانی، حدیث نمبر ۷۴۵۲۔ (اس حدیث کی اصل صحیح مسلم میں بھی موجود ہے)

''دوران نماز مٹی وغیرہ کو سیدھا نہ کرو' اگر بہت ہی ضروری ہو تو صرف ایک مرتبہ کنکریاں برابر کر سکتے ہو (تاکہ پیشانی رکھنے کے لیے جگہ ہموار ہو جائے)''

علماء کرام نے ذکر کیا ہے کہ نماز میں بلاضرورت مسلسل حرکات کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے' جو لوگ دوران نماز بے مقصد حرکات کرتے ہیں کبھی ٹائم دیکھتے ہیں' کبھی کپڑوں کو ٹھیک کرتے ہیں' کبھی انگلی ناک میں ڈالتے ہیں' کبھی اپنی نگاہ کو دائیں بائیں گھماتے ہیں' اوپر نیچے دیکھتے ہیں۔

اور ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا نہیں ہوتا کہ ان کی اس کی حرکت کی وجہ سے کہیں ان کی بینائی نہ اچک لی جائے یا شیطان موقع پا کر ان کی نماز کا کچھ حصہ لوٹ کر نہ لے جائے۔

آج کل ایک نئی وباء موبائل فون کی شکل میں چل نکلی ہے جو کہ تقریباً ہر نمازی کی جیب میں ہوتا ہے اور دورانِ نماز اکثر نمازی حضرات موبائل فون کی بیل ہونے پر اس کو جیب میں نکال کر نمبر دیکھتے اور پھر اس کو جیب میں رکھ لیتے ہیں، جب کہ ہونا تو یہ چاہیے کہ جب نماز کے لیے آئیں تو اس کو بند کر دیں اور اگر کوئی شخص بھول جائے اور نماز کے دوران بیل ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ اس کو فوراً بند کر دے، اگر وہ بیل کرنے والے کا نام اور نمبر دیکھنے میں

مصروف ہو گیا جیسا کہ عام لوگوں کا وطیرہ ہے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، کیوں کہ یہ ایک لغو کام ہے اور اللہ تعالیٰ نے سورہ مومنون میں فلاح پانے والوں کی دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ لغویات سے بچتے ہیں اور یہ بھی لغویات میں سے ہے، اگرچہ یہ ایک ضرورت ہے مگر جو چیز نماز میں خلل کا باعث بنے تو وہ نماز کو ضائع کرنے کا ایک سبب ہے اور اسی طرح اگر مساجد میں سامنے کی دیوار پر کوئی اشتہار یا کعبۃ اللہ یا مسجد نبوی کی تصاویر ہوں یا دیواروں پر نقش نگاری ہو تو ایسی تمام چیزیں نماز میں کوتاہی کا سبب بن سکتی ہیں، لہٰذا ہر نمازی کو اور خاص طور پر ائمہ وخطباء حضرات کو اس طرف خاص توجہ دینا چاہیے۔

(۱۵)......امامت کے لائق وہ شخص ہے جو زیادہ علم والا ہو

حدیث:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لمبی حدیث نقل کی ہے جس میں آتا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شدید ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔الحدیث

(بخاری ج۱ص۹۳۔ومسلم ج۱ص۱۷۹باب اهل العلم و الفضل احق بالامامة)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرضِ وفات میں امامت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمائی۔ حالانکہ صحابہ میں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سب سے بڑے قاری تھے۔

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے قاری ہونے کا ثبوت ملاحظہ فرمائیں:

روایت ہے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ رحم کرنے والے میری امت پر ابوبکر ہیں یعنی نرم دل اور سب سے زیادہ سخت اللہ کے کام بجا لانے میں عمر اور سب سے زیادہ سچے عثمان بن عفان اور سب سے زیادہ حلال وحرام سے واقف معاذ بن جبل اور سب سے زیادہ فرائض جاننے والے زید بن ثابت اور سب سے زیادہ قرأت جاننے والے اُبی بن کعب اور ہر امت کا ایک امین ہے اور اس امت کا امین ابو عبیدہ بن جراح ہیں۔ (ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، ج۲ص۲۴۳)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو باب قائم کیا ہے اس سے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تائید ہوتی ہے۔

(۱۶)......غلام کی امامت مکروہ ہے

اس مسئلہ میں محدثین اور ائمہ کرام کا اختلاف ہے کہ غلام امامت کرا سکتا ہے یا نہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ کرا سکتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ چند شرائط کے ساتھ کرا سکتا ہے۔ احناف کہتے ہیں کہ مکروہ تنزیہی ہے اگر کوئی غلام کے پیچھے نماز پڑھ لے تو ہو جاتی ہے۔ علمائے کرام کے اس اختلاف کی اصل وجہ احادیث مبارکہ میں اختلاف ہے جن احادیث میں امام کی صفات کا ذکر آیا ہے۔ ان میں سے چند احادیث ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

حدیث نمبرا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان پکارے اور تم میں سے زیادہ قرآن پڑھنے والا امامت کرائے۔ (مصابیح ص ۷۶)

اس حدیث میں اقراء کا ذکر ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کا یہ مسلک ہے۔

حدیث نمبر۲:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شدید ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ (بخاری ج اص ۹۳، مسلم ج اص ۱۷۹)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت سپرد فرمائی۔ حالانکہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق زیادہ اقرأ تھے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے واقرؤهم ابی بن کعب (ترمذی جلد۲ ص ۲۴۳) ظاہر ہے کہ یہاں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بجائے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو امام بناتے کیوں کہ وہ زیادہ قاری تھے مگر ایسا نہیں ہوا۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے پیش نظر افقہ کو اقراء پر مقدم رکھتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بھی یہی ہے جیسا کہ آپ نے بخاری شریف میں باب قائم کیا ہے۔ اَهْلُ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ اَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ یعنی امامت کے زیادہ حق دار علم اور فضل والے

حضرات ہیں۔ پھراس باب کے تحت وہ مرض الوفات میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کوامام بنانے والی حدیث لائے۔ امام نووی شافعی فرماتے ہیں، امام مالک امام شافعی اوران کے اصحاب کہتے ہیں کہ امامت کے لیے زیادہ فقاہت رکھنے والا مقدم ہے۔ زیادہ تجوید سے پڑھنے والے سے۔(نووی شرح مسلم جلد اص ۲۳۶)

حدیث نمبر۳:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے میں سے بہترین لوگوں کوامام بنایا کرو کیوں کہ وہ تمہارے اور خدا کے درمیان وکیل اور نمائندے ہوتے ہیں۔(دار قطنی ج اص ۳۴۶)

حدیث نمبر۴:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری نمازیں قبول ہوں تو اچھے اور پرہیز گار لوگوں کوامام بناؤ۔(دار قطنی ج اص ۳۴۶)

حدیث نمبر۵:

مسلم میں ایک حدیث آتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قوم کا امام وہ شخص ہو جو سب سے قرآن اچھا پڑھتا ہو اور اگر قرآن کے پڑھنے میں سب برابر ہوں تو وہ شخص امام بنے جو سنت کو سب سے زیادہ جانتا ہو اگر علم میں بھی سب برابر ہوں تو وہ شخص امام بننے کا زیادہ استحقاق رکھتا ہے جس نے ہجرت پہلے کی ہو اگر ہجرت میں سارے برابر ہوں تو پھر وہ نماز پڑھائے جو اسلام پہلے لایا ہو۔اور ایک روایت میں اسلام کی بجائے سن کا ذکر ہے۔(یعنی جس کی عمر زیادہ ہو۔)(مسلم ج اص ۲۳۶)

حدیث نمبر۶:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کی نماز مقبول نہیں ہوتی، ان میں ایک وہ امام ہے جو کسی قوم کا امام ہو اور وہ لوگ اس کو ناپسند کرتے ہوں۔ دوسری وہ عورت جس سے اس کا خاوند ناراض ہو (بغیر کسی شرعی عذر کے اگر عورت خاوند کو ناراض کرے) تیسرے وہ دو مسلمان جو باہم رنجش رکھتے ہوں اور تین دن سے زیادہ سلام کلام وغیرہ ترک کر دیں۔(ابوداؤد ص ۷، مصابیح ج اص ۷۸)

حدیث نمبر ۷:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ایک اس شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی جو ایسے لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے جو اسے ناپسند کرتے ہیں۔(ابن ماجہ ص ۶۸)

حدیث نمبر ۸:

حضرت حماد کہتے ہیں میں نے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ ولد الزنا اور اعرابی (دیہاتی) اور غلام اور نابینا کے بارہ میں کہ یہ امامت کرا سکتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا ہاں بشرطیکہ وہ اچھی طرح نماز قائم کر سکتے ہوں۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۹۷، کتاب الآثار مترجم ص ۸۷ حدیث نمبر ۹۲، مسند امام اعظم مترجم ص ۱۵۶، جامع المسانید ج ۱ ص ۵۵۲، ۵۳۶)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر یہ لوگ علم رکھتے ہوں نماز کے احکام و مسائل سے واقف ہوں تو ہم بھی یہی کہتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار مترجم ص ۸۷ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۱۶، سنن الکبریٰ بیہقی ج ۳ ص ۸۶، شرح السنہ ج ۳ ص ۴۰۰)

امامت سے متعلق مختلف روایات آپ نے دیکھ لیں ان کے علاوہ بھی روایات موجود ہیں۔ان جیسی روایات کی وجہ سے بعض فقہائے احناف نے غلام کی امامت کو مکروہ کہا ہے۔ علامہ مرغینانی صاحب ہدایہ نے لکھا ہے۔

غلام کو امام بنانا مکروہ ہے کیوں کہ وہ احکام نماز کی تعلیم کے لیے فارغ نہیں ہوتا۔

(ہدایہ اولین ص ۱۰۱)

یہاں پر مکروہ سے مراد مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ علامہ عینی نے کہا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ غلام کی امامت مکروہ تنزیہی ہے کیوں کہ وہ اپنے مولیٰ کی خدمت میں مشغول رہتا ہے۔المبسوط میں مذکور ہے کہ غلام کی امامت جائز ہے اور اس کے غیر کی امامت مستحب ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آزاد اس سے اولیٰ ہے کیوں کہ

امامت بہت عظیم منصب ہے اور آزاد اس سے زیادہ لائق ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۲۹)

یہاں پر یہ یادر رہے کہ احناف کے ہاں مکروہ تنزیہی بھی ایسے غلام کی امامت ہے جو قاری یا عالم وغیرہ نہ ہو جو غلام قاری ہو اور نماز کے مسائل وغیرہ جانتا ہو تو ایسے غلام کی امامت جائز ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔ مکروہ تنزیہی کہنے کی ایک وجہ تو صاحب ہدایہ نے لکھ دی ہے کہ غلام اپنے آقا کی خدمت میں ہوتا ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر علم وغیرہ حاصل نہیں کرسکتا اور نماز پڑھانے کے لیے علم کی ضرورت ہوتی ہے جب علم ہی نہیں تو نماز کس طرح پڑھائے گا۔ اور اہل علم حضرات اس کے پیچھے نماز پڑھنے کو پسند نہیں کریں گے۔ اور جس کو نمازی پسند نہ کریں اس کو نماز پڑھانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے۔ اس وجہ سے مکروہ ہے۔ دوسری وجہ آزاد اور غلام کا فرق بھی ہے۔ جس کی وجہ سے آزاد اس غلام کے پیچھے نماز پڑھنے کو عار محسوس کریں گے۔

(۱۷)...... جو شخص کہ بے وضو ہو ارکوع میں یا سجود میں تو وضو کرے اور بنا کرے

حدیث نمبر ا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے نماز میں قے، نکسیر، یا مذی آجائے وہ لوٹ کر وضو کرے اور جہاں سے نماز کو چھوڑا تھا وہیں سے شروع کردے لیکن اس درمیان میں کلام نہ کرے۔

(سنن ابن ماجہ ص ۸۷ کتاب الصلوۃ باب ماجاء فی البناء علی الصلوۃ)

حدیث نمبر ۲:

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی جب نکسیر پھوٹتی تو نماز چھوڑ کر وضو کرتے پھر واپس آکر باقی نماز کو پڑھتے اور کلام نہیں کرتے تھے۔

(موطا امام مالک ص ۲۷ کتاب الطہارۃ باب ماجاء فی الرعاف)

حدیث نمبر۳:

امام مالک کو یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی جب نکسیر پھوٹتی تو باہر جا کر خون کو دھو لیتے اور واپس لوٹنے پر پڑھی ہوئی نماز کے علاوہ نماز پڑھ لیتے۔

(موطا امام مالک ص ۲۷ کتاب الطہارۃ باب ماجاء فی الرعاف)

حدیث نمبر۴:

یزید بن عبداللہ بن قسیط لیثی نے سعید بن مسیب کو دیکھا کہ نماز میں ان کی نکسیر پھوٹ نکلی تو وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے میں گئے۔ انہیں پانی دیا گیا تو انہوں نے وضو کیا پھر واپس آکر پڑھی ہوئی کے علاوہ باقی نماز پڑھی۔

(موطا امام مالک ص ۲۸ کتاب الطہارت باب ماجاء فی الرعاف)

ان روایات و آثار کے علاوہ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت ابو بکر، عمر، علی ابن مسعود، ابن عمر اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم کے آثار بھی ان آثار سے ملتے جلتے نقل کیے ہیں۔

(دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶)

حنفیہ نے ان احادیث کی وجہ سے بناء کا جواز ثابت کیا ہے۔ اور دوسری قسم کی روایات سے استیناف کا استحباب تسلیم کیا ہے پہلی روایات بیان جواز کے لیے ہیں اور دوسری بیان استحباب کے لیے۔ اس تقریر کے مطابق دونوں قسم کی روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے اور دونوں پر عمل بھی ہو سکتا ہے۔

(۱۸)......نماز میں ہاتھ کے ساتھ اشارہ سے بھی سلام کرنا منع ہے

حدیث نمبر۱:

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ. (مسلم ج ۱ ص ۱۸۱، باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا ہے مجھے کہ میں دیکھتا ہوں تمہیں نماز میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے گویا کہ وہ سرکش گھوڑوں کی دُمیں ہیں۔ نماز میں سکون اختیار کرو۔

حدیث نمبر۲:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا وَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا

(بخاری، ج ا ص ۱۶۲، باب لا یرد السلام فی الصلوٰۃ۔ ومسلم ج ا ص ۲۰۳، باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ)

حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی حالت میں ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سلام کا جواب دیتے جب ہم واپس لوٹے (حبشہ سے) تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جواب نہ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) فرمایا کہ بے شک نماز میں مصروفیت ہے۔

(۱۹)......رمضان کے سوا اور تمام برس میں جماعت کے ساتھ وتر نہ پڑھے

ہدایہ میں ہے وَلَا يُصَلِّي الْوِتْرَ بِجَمَاعَةٍ فِيْ غَيْرِ شَهْرِ رَمَضَانَ عَلَيْهِ إِجْمَاعُ الْمُسْلِمِيْنَ.

اور ماہ رمضان کے علاوہ میں وتر با جماعت نہ پڑھے۔ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

(احسن الہدایہ ترجمہ وشرح ہدایہ جلد ۲ ص ۲۳۱ فصل فی قیام رمضان)

مسئلہ کی وضاحت:

صورت مسئلہ تو بالکل واضح ہے کہ ماہ رمضان کے علاوہ میں جماعت کے ساتھ وتر نہ پڑھی جائے۔ کیوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صرف ماہ رمضان میں باجماعت وتر پڑھائی تھی۔ اور اس کے علاوہ میں چوں کہ باجماعت وتر پڑھنا ثابت نہیں ہے اس لیے غیر رمضان میں باجماعت وتر پڑھنا خلاف اولیٰ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ اور سلف صالحین سے

ماہ رمضان کے علاوہ وتر جماعت سے پڑھنا ثابت نہیں۔ جس طرح نماز پنجگانہ یعنی فرض نمازوں کے لیے جماعت ہوتی ہے۔ جمعۃ المبارک، عید الفطر، عید الاضحیٰ وغیرہ کے لیے جماعت ہوتی ہے اور قرآن وسنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان نمازوں کی جماعت کا ثبوت کتب احادیث میں ملتا ہے اس طرح کا ثبوت وتر کی جماعت کا غیر رمضان میں نہیں ملتا۔ جس طرح تراویح کی جماعت صرف رمضان سے خاص ہے، رمضان کے علاوہ تراویح کی جماعت نہیں ہوتی اسی طرح وتر ہیں۔ یہ ایک الگ نماز ہے جو واجب ہے اور رات کے آخری حصہ میں اس کو نماز تہجد کے بعد بغیر جماعت کے گھر پر پڑھا جاتا ہے۔ صرف رمضان کے مہینے میں نماز تراویح کے بعد اس کو جماعت کے ساتھ پڑھنا سلف سے ثابت ہے۔ جس کو صاحب ہدایہ نے اجماع سے تعبیر کیا ہے۔

(۲۰)......امام جمعہ کے دن منبر پر خطبہ بیٹھ کر پڑھے یا بے وضو پڑھے تو جائز ہے

ہدایہ کی مکمل عبارت کا ترجمہ اس طرح ہے:

اور خطیب باوضو ہو کر اور کھڑے ہو کر خطبہ دے کیوں کہ اس میں توارث کے ساتھ قیام منقول ہے پھر خطبہ نماز کی شرط ہے لہٰذا اذان کی طرح اس میں بھی طہارت شرط ہوگی اور اگر کسی نے بیٹھ کر یا بے وضو خطبہ دے دیا تو جائز ہے۔ اس لیے کہ مقصود حاصل ہے۔ البتہ مخالفت توارث کی وجہ سے اور خطبہ اور نماز کے مابین فصل کی وجہ سے ایسا کرنا مکروہ ہے۔

ناظرین ہدایہ کی مکمل عبارت آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ فقہ حنفی میں باوضو اور کھڑے ہو کر خطبہ دینے ہی کا ذکر ہے۔ اور اس کے خلاف کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔ ہاں اگر کسی نے اس کے خلاف کیا تو پھر کیا حکم ہے ایسا خطبہ ادا ہوا کہ نہیں؟ ہمارے ہاں کراہت کے ساتھ خطبہ ادا ہو جائے گا کیوں کہ قرآن وسنت میں ایسا کوئی صریح حکم موجود نہیں، جس سے یہ ثابت ہوتا کہ بیٹھ کر جو خطبہ دیا وہ ادا نہیں ہوا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرمایا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب بہت بوڑھے اور کمزور ہو گئے تو پہلا خطبہ بیٹھ کر پڑھتے تھے اور دوسرا خطبہ

کھڑے ہو کر۔ نیز حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی دوران خطبہ میں تھک کر بیٹھ جاتے تھے کچھ دیر بیٹھ کر خطبہ دیتے پھر کھڑے ہو جاتے ان دونوں بزرگوں کے عمل مجبوراً تھے۔ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک۔

جب یہ عمل صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو گیا تو پھرنا جائز کیسے کہیں۔

(۲۱)...... جمعہ کے دن منبر پر کھڑا ہو کر اگر فقط ذکر اللہ یعنی سبحان اللہ یا اللہ اکبر خطبہ کی جگہ کہہ دے تو بس کافی اور جائز ہے۔ دو خطبے پڑھنے کی کچھ حاجت نہیں

خطبہ جمعہ کا حکم:

فقہ حنفی میں خطبہ جمعۃ المبارک سے متعلق مسائل:

نمبر۱: جمعہ کے لیے خطبے دو پڑھے جائیں۔

نمبر۲: خطبہ میں قرآن کریم کی آیت بھی تلاوت کی جائے۔

نمبر۳: خطبے میں وعظ و نصیحت کے الفاظ بھی ہوں۔

نمبر۴: خطبہ نہ بہت دراز ہو نہ بہت مختصر۔

نمبر۵: دو خطبوں کے درمیان منبر پر بیٹھ کر فاصلہ کرے۔

نمبر۶: دونوں خطبے عربی زبان میں ہوں۔

نمبر۷: خطبہ کے دوران کسی قسم کا کلام نہ کرے۔

نمبر۸: خطبہ کے دوران کسی قسم کی نماز نہ پڑھے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد دوم)

اس مسئلہ میں فقہ حنفی میں عمل امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول پر ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طویل ذکر اور پند و نصیحت کہ جسے عرف عام میں خطبہ کہا جاتا ہے ضروری ہے۔ محض سبحان اللہ یا الحمد للہ کہہ لینا خطبہ نہیں کہا جا سکتا۔ (مظاہر حق شرح مشکوۃ ص ۹۰۸ جلد نمبر۱)

غایۃ السعایہ شرح ہدایہ ج ۴ ص ۲۲۱ میں ہے:

خطبہ میں دو چیزیں فرض ہیں اور باقی سنن وآداب۔

پہلا فرض یہ ہے کہ خطبہ نماز سے پہلے اور زوال کے بعد ہو، اگر زوال سے پیشتر یا نماز کے بعد پڑھا تو جائز نہ ہوگا۔

دوم یہ کہ خطبہ میں اللہ کا ذکر ہو۔

خطبہ میں تقریباً پندرہ سنتیں ہیں۔

(۱) طہارت کا ہونا۔

(۲) بحالت قیام ہونا۔

(۳) دو خطبوں کے درمیان ایک بیٹھک کا ہونا۔

(۴) اتنی آواز سے پڑھنا کہ قوم سن لے۔

(۵) الحمد للہ سے شروع کرنا۔

(۶) شہادتین کو ادا کرنا۔

(۷) درود پڑھنا۔

(۸) وعظ ونصیحت کرنا۔

(۹) قرآن کریم کی کم از کم ایک آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا وغیرہ۔

ان حوالہ جات سے فقہ حنفی کا نظریہ اچھی طرح معلوم ہو گیا ہوگا۔ فقہ حنفی میں دو خطبوں کا سنت ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ اور حنفی مذہب میں جس قول پر عمل ہے وہ بھی واضح ہو گیا۔ فقہ حنفی کا مسئلہ حدیث کے بالکل مطابق ہے نہ کہ خلاف۔

(۲۲)......خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد پڑھنا جائز نہیں

حدیث:

طبرانی کبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((اذا دخل احدکم المسجد والامام علی المنبر فلا صلوٰۃ ولا کلام حتی یفرغ الامام))

جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں اس وقت داخل ہو جب کہ امام ممبر پر ہو تو نماز کلام نہیں جب تک امام فارغ نہ ہو جائے۔ (بحوالہ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۸۴)

(۲۳)......نماز عید میں چھ تکبیریں زائد ہیں پہلی رکعت میں تکبیر اولیٰ کے بعد اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد

حدیث نمبر ا:

عن علقمة والأسود بن يزيد أن بن مسعود كان يكبر في العيدين تسعا تسعا اربعا قبل القراءة ثم كبر فركع وفي الثانية يقرأ فإذا فرغ كبر أربعا ثم ركع. (مصنف عبدالرزاق ج۳ص۲۹۳،باب التكبير في الصلوٰة يوم العيد)

حضرت علقمہ اور اسود سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ عیدیں (عید الاضحیٰ والفطر) میں نو نو تکبیریں کہتے تھے چار تکبیریں کہتے قرأت سے پہلے پھر ایک تکبیر کہتے اور رکوع کرتے، پھر کھڑے ہو جاتے۔ دوسری رکعت میں قرأت کرتے۔ پس جب قرأت سے فارغ ہوتے تو چار تکبیریں کہتے پھر رکوع کرتے۔

(۲۴)......میت کے بالوں کو نہ کنگھا کیا جائے اور نہ اس کی داڑھی کو

ہدایہ میں ہے:

اور میت کے بال اور اس کی داڑھی میں کنگھی نہ کی جائے اور نہ اس کے ناخن کاٹے جائیں اور نہ اس کے بال کاٹے جائیں۔ اس لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد گرامی ہے کہ آخر کیوں تم لوگ اپنے مردے کی پیشانی کھینچتے ہو۔

اور اس لیے بھی کہ یہ چیزیں زینت کے لیے ہیں اور میت تو ان چیزوں سے بے نیاز ہو چکی ہے البتہ زندہ شخص میں یہ عمل نظافت کے لیے ہے۔ کیوں کہ بال کے نیچے میل جمع ہو جاتا ہے اور یہ ختنہ کرنے کی طرح ہو گیا۔

(احسن الہدایہ ترجمہ وشرح ہدایہ ج ۲ ص ۴۰۰، ۴۰۱)

صاحب ہدایہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جس حدیث کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہے۔

محمد قال اخبرنا ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم ان عائشة ام المؤمنين رضی الله عنها رأت ميتًا يسرح رأسه فقالت: علام نتصون ميتكم، قال محمد: وبه نأخذ لا نرى ان يسرح رأس الميت ولا يؤخذ من شعره ولا يقلم أظفاره وهو قول أبي حنيفة رحمه الله تعالٰی.

(كتاب الآثار مترجم ص ۱۷۰، حديث نمبر ۲۲۷، جامع المسانيد جلد نمبر ۱ ص ۵۵۷، حديث نمبر ۷۶۲، كتاب الآثار امام ابی يوسف حديث نمبر ۷۸، مصنف عبدالرزاق حديث نمبر ۶۲۳۲، سنن الكبرى جلد نمبر ۳ ص ۳۹۰، كتاب الجنائز باب المريض يأخذ من أظفاره وعانته)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے، امام حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حماد رحمۃ اللہ علیہ سے اور حماد رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مردہ عورت کو دیکھا کہ لوگ اس کے بالوں میں کنگھی کر رہے ہیں۔ تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تم لوگ کس کے لیے اپنے مردے کی پیشانی پکڑ کر کھینچتے ہو۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہم اسے ہی اختیار کرتے ہیں۔ یہ مناسب نہیں سمجھتے کہ اس کی مانگ نکالی جائے یا اس کے بال یا ناخن کاٹے جائیں یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

ابوعبید قاسم کہتے ہیں کہ لفظ تنصون نصوت الرجل انصوہ نصوًا سے ماخوذ ہے بمعنی پیشانی پکڑ کر کھینچنا، پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس فعل کو مکروہ ہونے میں ایسا کر دیا جیسے کسی کی پیشانی پکڑ کر گھسیٹا جائے۔ پھر یوں بھی کہ مذکورہ چیزیں برائے زینت ہوتی ہیں اور مردہ ان تمام چیزوں سے مستغنی ہو چکا۔ (غایۃ السعایہ جلد نمبر ۳ ص ۳۱۸)

(۲۵)......میت کو کفن میں کرتہ دینا

ہدایہ میں ہے:

سنت یہ ہے کہ کفنایا جائے مرد کو تین کپڑوں میں یعنی ازار، قمیص، اور لفافہ میں، کیوں کہ مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سولیہ کے تین سفید کپڑوں میں کفنایا گیا۔

(غایۃ السعایہ شرح ہدایہ ج ۳ ص ۳۱۹)

اس کی شرح میں مفتی عبدالحلیم قاسمی بستوی لکھتے ہیں:

اور مرد ہو اس کے لیے تین کپڑے کفن مسنون ہیں۔ ① ازار، ② قمیص، ③ لفافہ۔ ازار سر سے پیر تک ہوگا۔ قمیص بغیر سلی ہوئی اور بغیر آستین وکلی کی ہوگی۔ اور ایک لفافہ ہوگا جو سر سے پیر تک اوپر سے لپیٹا جائے گا۔ (احسن الہدایہ ج ۲ ص ۴۰۲)

اس عبارت میں جن تین کپڑوں کا ذکر آیا ہے ان کی کچھ وضاحت کی جاتی ہے۔

①......ازار: اس کا مطلب ہے کہ نچلے دھڑ کا لباس۔ یعنی تہبند۔ آپ یہ سمجھ لیں کہ ازار جو ہے وہ تہبند کے قائم مقام ہے۔

②......قمیص: لفظ قمیص تو معروف ہے مگر یہاں پر قمیص سے ایسی قمیص مراد ہے جو بغیر سلی ہوئی ہو اور بغیر آستین و بغیر کلی وغیرہ کے ہو۔ جس کو کفنی اور الفی بھی کہتے ہیں۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

بعض حضرات کہتے ہیں کہ حدیث میں قمیص کی نفی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نفی کا مطلب یہ ہے کہ سلا ہو، قمیص نہ ہو جیسے زندگی میں سلی ہوئی قمیص پہنتا تھا۔ زندہ کی قمیص اور ہے اور مردہ کی اور ہے۔ کیوں کہ دوسری حدیث میں قمیص کی صراحت موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر ۱:

عبدالرحمٰن بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ مردہ قمیص پہنایا جائے اور تہ بند پہنایا جائے پھر تیسرے کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اگر ایک ہی کپڑا ہو تو اسی میں کفن دیا جائے۔
(موطا امام مالک مترجم باب ماجاء فی کفن المیت ص ۱۸۵، ترجمہ وحید الزماں)

حدیث نمبر ۲:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں خبر دی کہ ہم سے بیان کیا ابن شہاب رضی اللہ عنہ نے حمید بن عبدالرحمٰن سے کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص نے کہا کہ میت کو قمیص، تہبند اور تیسرے کپڑے میں ملفوف کیا جائے۔ اگر تین کپڑے نہ ہوں تو ایک ہی کپڑے کا کفن دے دیا جائے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اسی پر ہمارا عمل ہے۔ ہمارے نزدیک بہتر ہے کہ تہبند لفافہ کی

طرح پہنایا جائے اس کے بجائے کہ زندوں کی طرح تہ بند باندھا جائے اور ہمارے نزدیک یہ بھی پسندیدہ نہیں کہ میت کا کفن دو کپڑوں سے کم کیا جائے سوائے اس کے کہ مجبوری ہو اور یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

(موطا امام محمد مترجم ص۱۵۳، ما یکفن به المیت)

حدیث نمبر۳:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ قمیص، ازار اور لفافہ۔

(الکامل ابن عدی ج۷ ص۲۵۱۱، المکتبه الاثریه پاکستان)

حدیث نمبر۴:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین نجرانی کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ دو کپڑے حلہ تھے اور ایک وہ قمیص تھی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تھے۔ (سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۳۱۵۳، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۴۷۱)

حدیث نمبر۵:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں ایک باب اس طرح قائم کیا ہے۔ بَابُ الْکَفَنِ فِی الْقَمِیْصِ الَّذِیْ یُکَفُّ وَمَنْ کَفِنَ بغَیْرِ قَمِیْصٍ ترجمہ: اس قمیص میں کفن دینا جس کا حاشیہ سلا ہوا ہو یا بے سلا اور بغیر قمیص کے کفن دینا۔

حدیث نمبر۶:

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنی پوشاک اور قمیص میں کفن دیا گیا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں مرد کے کفن میں تین کپڑے ہوں گے دو کپڑے بھی کافی ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار مترجم ص۱۷۱، حدیث نمبر ۲۲۸)

(۲۶)......فجر کی نماز اُجالے میں پڑھنا

عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِیجٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُولُ

أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ

(ترمذی ج۱ ص۴۹، باب ما جاء في الاسفار بالفجر

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کو خوب اچھی طرح روشن کر کے نماز پڑھو اس میں زیادہ اجر وثواب ہے۔

حدیث نمبر۲:

عَنْ عاصم بن عمر بن قتادة عن ابيه عن جده قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اسفروا بالفجر فانه اعظم لاجركم او للاجر رواه البزار ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ج۱ ص۳۱۵)

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ سے مروی ہے یہ اپنے والد سے اور یہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھو بے شک یہ تمہارے اجر وثواب کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہے۔ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ یہ ثواب کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہے۔

(۲۷)...... مسجد کو سیمنٹ اور سونے کے پانی سے نقش کرنا

عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَبْنِيًّا بِاللَّبِنِ وَسَقْفُهُ الْجَرِيدُ وَعُمُدُهُ خَشَبُ النَّخْلِ فَلَمْ يَزِدْ فِيهِ أَبُو بَكْرٍ شَيْئًا وَزَادَ فِيهِ عُمَرُ وَبَنَاهُ عَلَى بُنْيَانِهِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيدِ وَأَعَادَ عُمُدَهُ خَشَبًا ثُمَّ غَيَّرَهُ عُثْمَانُ فَزَادَ فِيهِ زِيَادَةً كَثِيرَةً وَبَنٰى جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوشَةِ وَالْقَصَّةِ وَجَعَلَ عُمُدَهُ مِنْ حِجَارَةٍ مَنْقُوشَةٍ وَسَقَفَهُ بِالسَّاجِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں مسجد نبوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کچی اینٹوں کی بنی ہوئی تھی اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں کی تھی اور اس کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں اضافہ کیا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] تعمیر کیا۔ کچی اینٹوں اور

شاخوں سے بنایا اوراس کے ستون دوبارہ لکڑی کے بنا دیئے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس میں تبدیلی کی اور اس میں بہت اضافہ کیا۔ اس کی دیواریں نقش ونگار والے پتھروں اور چونے کی بنائیں اوراس کے ستون بھی منقش پتھروں کے بنائے اوراس کی چھت ساگوان کی لکڑی کی بنائی۔ (بخاری جلد۲ص۶۴ باب بنیان المسجد کتاب الصلوٰۃ)

(۲۸)...... جب امام منبر پر چڑھنے کے واسطے نکلے تو اس وقت نہ نماز پڑھے اور نہ کلام کرے

حدیث نمبرا:

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا قلت لصاحبك انصت والامام یخطب فقد لغوت.

(طحاوی ج۱ص۲۵۲،باب الصلوٰة عند الخطبة)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تو اپنے ساتھی سے کہے کہ خاموش ہو جا اس حال میں کہ امام خطبہ دے رہا ہو تو تو نے لغو کام کیا۔

حدیث نمبر۲:

عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یخطب یوم الجمعة فقرأ سورة فقال ابو ذر لأبی بن کعب متٰی نزلت هذه السورة فاعرض عنه فلما قضٰی رسول الله صلی الله علیه وسلم صلوته قال أُبی لأبی ذرّ مالك من صلٰوتك الا ما لغوت فدخل أبو ذرّ علی النبی صلی الله علیه وسلم فأخبرهٗ بذٰلك فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم صدق أُبی

امام طحاوی فرماتے ہیں:

فقد امر رسول الله صلی الله علیه وسلم بالانصات عند الخطبة وجعل حکمها فی ذٰلك کحکم الصلٰوة وجعل الکلام فیها لغوًا (طحاوی ج۱ص۲۵۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی سورۃ پڑھی تو حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے اُبی بن

کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ سورۃ کب نازل ہوئی تو آپ نے کلام کرنے سے ان سے اعراض کیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز مکمل کی تو اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تو نے نہیں کیا اپنی نماز سے مگر لغو کام۔ تو ابوذر رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کے پاس آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی اس واقعہ کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُبی بن کعب نے سچ کہا ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں:

پس نبی علیہ السلام نے حکم دیا خطبہ کے وقت خاموش رہنے کا اور اس کے حکم کو بنایا ہے نماز کے حکم کی طرح اور کلام کو اس میں لغو قرار دیا ہے۔ کہ جس طرح نماز میں کلام کرنا لغو ہے اسی طرح خطبہ کے وقت بھی۔

حدیث نمبر۳:

عن سلمان الخير ان النبى عليه السلام قال لان يغتسل الرجل يوم الجمعة ويتطهربها استطاع من طهر ثم ادهن من دهن او مس من طيب بيته ثم راح فلم يفرق بين اثنين وصلى ما كتب الله له ثم إذا تكلم الإمام غفر له ما بينه وبين الجمعة الاخرى. (طحاوی ج۱ ص۲۵۴)

سلمان الخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کر کے اچھی طرح طہارت حاصل کر کے تیل لگائے خوشبو ملے پھر نماز کے لیے نکلے اور کسی دو شخصوں کے درمیان تفریق نہ کرے پھر سنتیں وغیرہ پڑھے اور خطبہ کے وقت خاموش بیٹھا رہے تو اس سے اگلے جمعہ تک اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(۲۹)......مرد اور عورت کا جنازہ پڑھنے کے لیے امام میت کے سینے کے برابر کھڑا ہو

حدیث نمبر۱:

عن ابى غالب قال صليت خلف انس رضى الله عنه على جنازة فقام حيال صدره. (فتح القدیر ج۲ ص۸۹۔ شرح نقایہ ج۱ ص۱۳۵)

ابو غالب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو آپ

میت کے سینہ کے برابر کھڑے ہوئے۔

حدیث نمبر۲:

عن ابراهیم قال یقوم الرجل الذی یصلی علی الجنازة عند صدرها.

ابراہیم نخعی نے فرمایا مرد کے جنازہ میں نماز کے لیے سینہ کے برابر کھڑا ہونا چاہیے۔

(طحاوی باب الرجل یصلی علی المیت این ینبغی ان یقوم منه)

(۳۰)......شہید کا جنازہ پڑھا جائے

حدیث نمبر۱:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أُتِيَ بِهِمْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ فَجَعَلَ يُصَلِّي عَلَى عَشَرَةٍ عَشَرَةٍ وَحَمْزَةُ هُوَ كَمَا هُوَ وَيُرْفَعُونَ وَهُوَ كَمَا هُوَ مَوْضُوعٌ (ابن ماجہ،ص ۱۱۰باب ما جاء فی الصلوٰة علی الشهداء)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ لایا جاتا تھا نبی ﷺ کے پاس (شہداء احد کو) احد کے دن، تو آپ ﷺ ان پر دس دس کر کے نماز جنازہ پڑھتے رہے۔ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ وہ اسی طرح رکھا رہا۔ لوگ دوسروں کو اٹھاتے (یعنی جن کی نماز جنازہ ادا ہو چکی تھی) اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (یعنی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو اٹھایا نہیں گیا تھا سب سے آخر میں اٹھایا گیا)۔

حدیث نمبر۲:

عن ابی مالك الغفاری ان النبی صلی الله علیه وسلم صلّٰی علٰی قتلٰی احد عشرةً عشرة فی کل عشرة حمزة حتی صلّٰی علیه سبعین صلوٰة.

(مراسیل ابوداؤد، ص ۱۸۔ طحاوی، ج ۱ص ۳۳۸، باب الصلوٰۃ علی الشہداء)

حضرت ابو مالک الغفاری سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے شہداء احد پر دس دس (اکٹھا) کر کے نماز جنازہ پڑھائی۔ ہر دس میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی ہوتے تھے۔ حتی کہ ان پر ستر مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔

(۳۱)......اونٹوں کی زکوٰۃ کا طریقہ

حدیث نمبر۱:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر اونٹ ایک سو بیس سے بڑھ جائیں تو حساب نئے سرے سے شروع ہوگا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۲۵۔ بیہقی ج ۴ ص ۹۲ کتاب الزکاۃ۔ فتح القدیر ج ۱ ص ۴۹۸ باب صدقہ السوام کتاب الاموال ابو عبید ص ۳۶۳)

حدیث نمبر۲:

حماد بن سلمہ فرماتے ہیں کہ میں نے قیس بن سعد سے کہا کہ آپ میرے لیے محمد بن عمرو کی کتاب لیں، تو اس نے مجھے ایک کتاب دی اور یہ بھی کہا کہ اس نے یہ کتاب ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے لی ہے۔ اور یہ کتاب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دادا کے لیے لکھوائی تھی۔ حماد بن سلمہ کہتے ہیں کہ جب میں نے اسے پڑھا تو اس میں اونٹوں کی زکوٰۃ کے نصاب کا بیان تھا۔ پھر حدیث کو بیان کرتے ہوئے ایک سو بیس اونٹوں کے نصاب تک پہنچ گئے (آگے یوں تھا) اور اگر اس مقدار سے زیادہ ہو جائے تو ہر پچاس اونٹوں میں ایک حقہ ہوگا (یعنی تین سال کی اونٹنی ہوگی) اور جو زیادہ ہوگا تو اسے اونٹوں کے پہلے حساب کی طرف لوٹایا جائے گا اور اگر اونٹ پچیس سے کم ہوں تو ان میں بکری ہے، یعنی ہر پانچ اونٹوں میں ایک بکری ہوگی۔ اور زکوٰۃ میں زیادہ بوڑھا اور عیب دار جانور دینا درست نہیں۔

(مراسیل ابو داؤد۔ شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۴۸، ۳۴۹ کتاب الزیادات باب الزکاۃ فی الابل السائمہ)

(۳۲)......گھوڑوں کی زکوٰۃ (اگر کسی نے نسل کشی کے لیے نر اور مادہ اکٹھے کیے ہوں تو اس پر ان کی زکوٰۃ لازم ہوگی)

حدیث نمبر۱:

عَنْ جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في الخيل السائمة في كل فرس دينار. (نصب الرایہ، ج ۲ ص ۳۵۷۔ دارقطنی ج ۲ ص ۱۲۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چرنے والے گھوڑوں میں سے ہر گھوڑے میں ایک دینار ہے۔

حدیث نمبر ۲:

سائب بن یزید نے زہری کو خبر دی کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ گھوڑے کی قیمت لگا کر اس کی زکوٰۃ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیتے ہیں۔ (دار قطنی ج ۲ ص ۱۲۶)

(۳۳)......تجارتی غلاموں کی طرف سے آقا صدقہ فطر ادا نہ کرے

جو غلام تجارت کے لیے ہوں احناف کے یہاں ان کا صدقہ فطر آقا نہیں نکالے گا کیونکہ ان میں زکوٰۃ واجب ہے۔ عطاء، سفیان ثوری اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

ہمارے نزدیک آقا پر صدقہ فطر کا وجوب اپنے مملوک کے سبب سے ہوتا ہے جیسے زکوٰۃ کا وجوب اس پر ممالیک تجارت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اب اگر تجارتی ممالیک کے سبب سے آقا پر صدقہ فطر واجب کیا جائے تو اس کو زکوٰۃ اور صدقہ فطر دونوں کا بار اٹھانا پڑے گا حالانکہ ایک سال میں مکرر خرچہ (یعنی دو بار صدقہ دینا) شرعاً ممنوع ہے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاثناء فی الصدقة

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ ایک سال میں (مکرر) دوبارہ نہ لیا جائے گا۔

اور یہ ظاہر ہے کہ تجارتی ممالیک کچھ رکھنے کے واسطے عیال نہیں کیے گئے بلکہ مانند نفیس اموال تجارت کے ہیں۔

(۳۴)......صدقہ فطر کی مقدار

حدیث نمبر ۱:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگ صدقہ فطر لگاتے تھے ایک صاع جَو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا اور گندم بہ کثرت ہو گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان دو چیزوں کا بدل نصف صاع گندم کر دیا۔ (سنن ابوداؤد، سنن نسائی)

حدیث نمبر۲:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا نصف صاع گندم یا ایک صاع کھجور یا جو (صدقہ فطر ہے)۔(مصنف ابن ابی شیبہ ج۴ص۳۶)

(۳۵)......عورت اپنے خاوند کو زکوٰۃ نہ دے

حدیث نمبر۱:

ابراہیم بن ابوحفصہ بیان کرتے ہیں میں نے سعید بن جبیر سے دریافت کیا کیا میں زکوٰۃ میں سے اپنی خالہ کو ادائیگی کرسکتا ہوں انہوں نے جواب دیا جی ہاں جب کہ تم ان پر دروازہ بند نہیں کرتے ان کی مراد یہ تھی کہ جب وہ تمہارے زیر کفالت نہ ہوں۔
(مصنف عبدالرزاق مترجم ج۳ص۱۲۳)

حدیث نمبر۲:

عن ابن عباس قال لا بأس ان تعجل زکوتك فی ذوی قرابتك مالم یکونوا فی عیالك.
(مصنف ابن ابی شیبة ج۲ ص۴۱۲، مصنف عبدالرزاق ج۴ ص۱۱۲)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو قریب کے رشتہ دار ہوں اور ان کی قدرتی طور پر کفالت بھی کرتا ہو تو اس کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں ہوگی۔

نوٹ: باپ، دادا، دادی، ماں، نانا، نانی اصول ہیں، اور بیٹا، پوتا، فروع ہیں۔آسان بات یہ ہے کہ آدمی کی نہ اوپر نسل میں زکوٰۃ لگتی ہے اور نہ نیچے نسل میں۔اسی طرح خاوند اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے خاوند کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی۔

(تفصیل کے لیے دیکھئے شرح معانی الآثار طحاوی جلد اول باب المرأة هَلْ يَجُوْزُ لَهَا اَنْ تُعْطِيَ زَوجَهَا مِن زَكٰوةِ مَا لَهَا اَم لاَ)

حدیث نمبر۳:

سفیان ثوری بیان کرتے ہیں آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ ایسے شخص کو نہیں دے گا جس کے اخراجات وہ ادا کرتا ہو جس کا تعلق اس کے رشتہ داروں سے ہو۔الحدیث
(مصنف عبدالرزاق مترجم جلد۳ص۱۲۴)

(۳۶)......صدقہ فطر صاحب نصاب (یعنی مال دار) پر واجب ہے

حدیث:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا: تم عنقریب اہل کتاب کی قوم کی طرف جاؤ گے سو جب تم ان کے پاس جاؤ تو پہلے ان کو یہ دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ پس اگر وہ اس دعوت میں تمہاری اطاعت کر لیں تو پھر ان کو یہ خبر دینا کہ اللہ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، پس اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کر لیں تو پھر ان کو یہ خبر دینا کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مال داروں سے لی جائے گی اور ان کے فقرا کی طرف لوٹا دی جائے گی۔ پس اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کر لیں تو تم ان ان کے اموال میں عمدہ چیزوں سے اجتناب کرنا اور مظلوم کی دعا سے ڈرنا کیوں کہ مظلوم کی دعا اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔ (بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب اخذ الصدقۃ من الاغنیاء)

(۳۷)......مسلمان آقا اپنے کافر غلام کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرے

حدیث نمبرا:

عبداللہ بن ثعلبہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو یا نصف صاع گندم ہر چھوٹے اور بڑے مرد اور عورت آزاد اور غلام کی طرف سے ادا کرو۔

(سنن دار قطنی مترجم جلد سوم ص۲۴۹ حدیث نمبر ۲۰۷۸، سنن ابو داؤد مترجم جلد اول ص۶۰۷، حدیث نمبر ۱۶۰۸)

یہ حدیث مطلق ہے، اس میں مسلم اور کافر کی کوئی تمیز نہیں ہے لہٰذا جس طرح مولیٰ پر مسلمان غلام کی طرف سے صدقہ فطر نکالنا واجب ہے اسی طرح عبد کافر کی طرف سے نکالنا بھی [illegible]

حدیث نمبر۲:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ فطر ہر چھوٹے اور بڑے مرد اور عورت یہودی اور عیسائی (غلام) آزاد اور غلام کی طرف سے ادا کیا جائے گا۔ جو گندم کا نصف صاع ہوگا یا کھجور کا ایک صاع ہوگا یا جو کا ایک صاع ہوگا۔ (سنن دارقطنی کتاب زکوۃ الفطر)

اس حدیث میں یہودی اور عیسائی سے غلام مراد ہے۔

حدیث نمبر۳:

حضرت عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں آدمی اپنے غلام کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرے گا خواہ وہ غلام مجوسی ہو۔ (سنن دارقطنی مترجم جلد سوم ص ۳۵۵)

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ فقہ حنفی کا مسئلہ حدیث کے مطابق ہے نہ کہ مخالف۔

(۳۸)......شک کے دن نفلی روزہ رکھنا

حدیث:

روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ رکھو روزہ ایک دن یا دو دن بیشتر رمضان سے بہ نیت استقبال مگر یہ کہ موافق ہو جاویں وہ دن یعنی آخر شعبان کے کسی روزے کے کہ ہمیشہ رکھتا تھا اور آخر شعبان میں وہی دن واقع ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور روزہ رکھو چاند رمضان کا دیکھ کر اور افطار کرو شوال کا چاند دیکھ کر سو اگر بدلی ہو جاوے تو پورے تیس گن لو پھر روزہ موقوف کرو۔

امام ترمذی یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: حدیث ابو ہریرہ کی حسن ہے صحیح ہے اسی پر عمل ہے اہل علم کا مکروہ کہتے ہیں ایک دو دن رمضان سے پہلے رمضان کی تعظیم اور اقبال کی نیت سے روزے رکھنے کو اور اگر کوئی دن ایسا آجائے کہ اس میں ہمیشہ روزہ رکھتا ہو تو مضائقہ نہیں ان کے نزدیک۔ (ترمذی باب ما جاء لا تقدم الشھر بصوم)

(۳۹)......فقہ حنفی میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا حرام ہے اگر کسی نے قربانی کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی پھر اگر نہ رکھا تو اس کی قضا کرے

یہاں پر دو مسئلہ ہیں ایک یہ کہ عید کے روز روزہ رکھنا حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر کسی نے اس دن کے روزے کی نذر مانی تو اس کا کیا حکم ہے؟

حدیث نمبر ۱:

ابو عبید مولیٰ ابن ازہر بیان کرتے ہیں کہ میں عید کے دن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ آئے، نماز پڑھی، پھر فارغ ہو کر لوگوں کو خطبہ دیا اور کہا ان دو دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ ایک وہ دن جس میں تم روزوں کے بعد افطار کرتے ہو۔ ایک وہ دن جس میں تم اپنی قربانیوں کا گوشت کھاتے ہو۔
(مسلم کتاب الصیام، باب تحریم صوم یومی العیدین)

حدیث نمبر ۲:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم اضحیٰ اور یوم فطر دو دن کے روزوں سے منع فرمایا۔ (مسلم کتاب الصیام)

حدیث نمبر ۳:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ دو دن کے روزوں سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم کتاب الصیام)

حدیث نمبر ۴:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دن کے روزے رکھنے سے منع فرمایا۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ (مسلم کتاب الصیام)

ان احادیث کے پیش نظر حنفی علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا روزہ رکھنا حرام ہے۔

دوسرا مسئلہ:

اگر کسی نے بقرعید کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی تو اس کا حکم کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نذر تو منعقد ہو جائے گی مگر اس کی قضاء لازم ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے پیر کے دن روزے کی نذر مانی (کیوں کہ حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کا روزہ رکھا کرتے تھے) اور اتفاق سے اس دن عید ہوگئی تو اس دن روزہ رکھنا بالاجماع جائز نہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس روزے کی بھی کسی اور دن قضاء لازم ہے۔ (امام صاحب کا یہ مسئلہ ان چار احادیث کے مطابق ہے جو اوپر گزریں۔

مسئلہ کی وضاحت:

اگر کسی نے لاعلمی کی وجہ سے یا اتفاقیہ اس دن عید کا دن آگیا تو وہ شخص اپنی نذر اس دن پوری نہ کرے اس نذر کا روزہ اس کے ذمہ ہے۔ کیوں کہ جب نذر مان لی تو اس کے ذمہ واجب ہوگئی۔ اور نذر کا پورا کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلْيُوفُوا نُذُوْرَهُمْ ''اور اپنی نذریں پوری کریں'' (الحج:۲۹)

مسلم شریف کتاب النذر کی حدیث میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نذر مانی وہ شخص اس عبادت کو کرے اور جس شخص نے گناہ کرنے کی نذر مانی وہ اس گناہ کو نہ کرے۔

نذر کو پورا کرنے کا ذکر بہت سی احادیث میں موجود ہے ہم نے جو حدیث ذکر کی ہے۔ اس میں صراحت موجود ہے کہ جس شخص نے عبادت کی نذر مانی تو وہ اس کو پورا کرے تو روزہ عبادت ہے۔ لہٰذا ایسا شخص جس نے روزے کی نذر مانی ہو وہ اس کو پورا کرے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ جس دن کی اس نے نذر مانی تھی اس دن عیدالاضحیٰ ہے۔ (یا اس دن عیدالاضحیٰ اتفاقیہ آگئی ہے) تو وہ شخص کیا کرے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے مسئلے کا حل قرآن وحدیث کی

روشنی میں یہ بتایا ہے کہ وہ شخص بقرعید کے روز روزہ نہ رکھے کیوں کہ حدیث میں منع ہے۔اور اس روزے کی قضا کسی اور دن کر لے۔ایسے اس کی وہ نذر پوری ہو جائے گی۔ بالفرض محال اگر کسی نے لاعلمی کی وجہ سے یا غلط فہمی کی بنا پر جیسا کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ کام پورا ہوتے ہی وہ نذر ادا کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں۔اور اسی شکل میں پورا کرنے کو ضروری خیال کرتے ہیں۔جس طرح انہوں نے مانی تھی۔اور ان کا نظریہ یہ ہوتا ہے کہ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو سارا کام خراب ہو جائے گا۔ایسا شخص اگر اپنی نذر پورا کرنے کے لیے بقرعید کے دن ہی روزہ رکھ لیتا ہے۔تو اس کی نذر پوری ہوئی یا نہیں۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو ایسا کرنا نہیں چاہیے تھا۔اب یہ کر چکا تو اس کی نذر پوری ہو گئی۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ قرآن وحدیث کے مطابق ہے اگر کوئی شخص اس بات کو تسلیم نہیں کرتا اس کے ذمہ ہے کہ وہ قرآن وحدیث سے ایسے شخص کا حکم واضح کرے اور یہ بتائے کہ اس کی نذر ادا نہیں ہوئی۔مسلم شریف کے اس باب میں کئی احادیث موجود ہیں جن میں آتا ہے نذر نہیں ماننی چاہیے۔مثلاً یہ احادیث۔

حدیث نمبرا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نذر مت مانا کرو کیوں کہ نذر تقدیر کو ٹال نہیں سکتی یہ صرف بخیل سے مال نکلوانے کا ذریعہ ہے۔

(مسلم کتاب النذر)

حدیث نمبر۲:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر سے منع کیا اور فرمایا نذر کسی خیر کو نہیں لا سکتی۔یہ صرف بخیل سے مال نکلوانے کا ذریعہ ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نذر ماننے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔مگر دوسری احادیث میں نذر پوری کرنے کا حکم بھی موجود ہے۔

(دیکھئے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما مسلم کتاب النذر حدیث نمبر ۴۱۲۲)

یہ یاد رہے کہ فقہ حنفی میں ایسے روزے کی قضا کا فتویٰ ہے۔

(۴۰)......نفلی نماز اور روزہ اگر شروع کر کے توڑ لے تو قضا کرے

قرآن پاک سے ثبوت:

پہلی آیت:

وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ ''اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔'' (سورۃ محمد:۳۳)

دوسری آیت:

وَرَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا (الحدید:۲۷)

''انہوں نے رہبانیت کو از خود محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے شروع کیا، ہم نے ان پر رہبانیت فرض نہیں کی تھی، پھر انہوں نے اس کی وہ رعایت نہ کی جو رعایت کرنے کا حق تھا۔

حدیث:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ صَائِمَتَيْنِ فَعُرِضَ لَنَا طَعَامٌ اشْتَهَيْنَاهُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَدَرَتْنِي إِلَيْهِ حَفْصَةُ وَكَانَتْ ابْنَةَ أَبِيهَا فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا كُنَّا صَائِمَتَيْنِ فَعُرِضَ لَنَا طَعَامٌ اشْتَهَيْنَاهُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ قَالَ اقْضِيَا يَوْمًا آخَرَ مَكَانَهُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا (نفلی) روزے سے تھیں۔ ہمارے پاس ایک کھانا آیا جسے کھانے کے لیے ہمارا جی چاہا، ہم نے اس سے کچھ کھا لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ یہ واقعہ بیان کرنے میں حضرت حفصہ نے مجھ سے سبقت کی اور آخر وہ اپنے باپ کی بیٹی تھیں۔ کہنے لگیں یا رسول اللہ ہم دونوں روزے سے تھیں ہمارے پاس کھانا آیا، اسے کھانے کے لیے ہمارا جی چاہا اور ہم نے اس میں سے کچھ کھا لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں اس روزے کے بدلہ ایک روزہ رکھو۔

(ترمذی ص ۱۲۹۔ ابوداؤد ج ا ص ۲۳۳)

اس حدیث پر امام ترمذی نے اس طرح باب باندھا ہے بَابُ مَا جَاءَ فِي إِيجَابِ

اَلْقَضَاءِ عَلَیْہِ اس کا ترجمہ علامہ بدیع الزماں غیر مقلد اس طرح کرتے ہیں: ''باب اس بیان میں کہ جو نفل روزہ توڑ ڈالے اسے قضا واجب ہے۔'' (ترمذی مترجم جلد اول ص ۲۸۵)

(۴۱)......عورت اپنے گھر میں اعتکاف کرے

کتب احادیث سے بعض ازواج مطہرات کا مسجد نبوی میں ایک بار اعتکاف کرنا ثابت ہوا ہے اور یہ حنفیہ کے نزدیک بھی جائز ہے۔ اگرچہ اولیٰ وافضل یہی ہے کہ عورتیں بجائے مسجد جماعت کے اپنے گھر کی مسجد (عورت کی مسجد اس کا گھر ہے یہ مسئلہ حدیث سے ثابت ہے) میں اعتکاف کریں گویا مسجد جماعت میں اعتکاف ان کے لیے مکروہ تنزیہی کے درجہ میں ہوگا۔ اور یہ چیز حنفیہ نے اس واقعہ سے سمجھی ہے۔ جو صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

پہلی حدیث:

امام بخاری روایت کرتے ہیں ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔ پس میں آپ کے لیے (مسجد میں) خیمہ لگا دیتی سو آپ صبح کی نماز پڑھ کر اس خیمہ میں داخل ہوتے پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنے لیے خیمہ لگانے کی اجازت مانگی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو اجازت دے دی تو انہوں نے خیمہ لگا لیا۔ پھر جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے اس خیمہ کو دیکھا تو انہوں نے بھی ایک خیمہ لگا لیا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو یہ خیمے دیکھے تو پوچھا یہ کیا ہیں؟ تو آپ کو بتایا گیا آپ نے فرمایا کیا تمہاری رائے میں ان خیموں کو نیکی کے ارادہ کی وجہ سے لگایا گیا پھر آپ نے اس مہینہ اعتکاف کو ترک کر دیا۔ پھر شوال میں دس دن اعتکاف کیا۔

(بخاری کتاب الاعتکاف)

اس حدیث سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے شوال میں دوبارہ اعتکاف فرمایا مگر کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کی ازواج مطہرات نے بھی دوبارہ اعتکاف فرمایا۔

شیخ ابوبکر رازی کا حوالہ:

اس حدیث کی شرح میں شیخ ابوبکر رازی نے لکھا ہے کہ یہ خیموں والی حدیث بتلاتی ہے کہ عورتوں کے لیے مسجد جماعت میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے۔ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ابر ترون بھن (یعنی یہ نیکی وخیر کی بات نہیں ہے) فرمانا پھر آپ کا اس مہینے میں اعتکاف کو بھی ترک کر دینا اپنا خیمہ اٹھوا دینا (جس کے نتیجہ میں انہوں نے بھی اٹھوا لیے) یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی ہی کی دلیل ہے۔ اگر اس طرح اعتکاف میں کوئی حرج نہ ہوتا تو آپ عزم اعتکاف کے بعد نہ خود ترک فرماتے اور نہ ان سے ترک کراتے اس سے واضح ہوا کہ عورتوں کے لیے مساجد میں اعتکاف مکروہ ہے۔

قاضی عیاض مالکی کا حوالہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فعل مذکور پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اس کی مختلف وجوہات بیان کی گئی ہے۔ قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوا کہ ازواج مطہرات کے اس عمل میں اخلاص کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقرب کا مقصد یا باہمی غیرت، حرص، ریس کا جذبہ یا فخر و مباہات کا خیال بھی شامل ہو گیا ہے۔ یا سوچا کہ مسجد میں عام لوگ دیہاتی اور منافقین سب ہی آتے ہیں۔ ازواج مطہرات کو ضروری حوائج کے لیے اپنے معتکف سے باہر بھی نکلنا پڑے گا۔ اس طرح وہ سب کے سامنے ہوں گی۔ ممکن ہے یہ بھی خیال فرمایا ہو کہ ان کے ساتھ رہنے سے اعتکاف کا بڑا مقصد فوت ہو جائے گا جو گھر کے ماحول سے جدا اور تعلقات دنیوی سے کنارہ کش رہنے میں ہے۔ پھر ان کے خیمے لگ جانے سے مسجد میں جگہ کی تنگی ہو گئی ہوگی۔ اس لیے آپ نے اپنی ناخوشی کا اظہار مجمل جملہ سے فرمایا۔ ابـــر تـــرون بھـــن : مطلب یہ ہے کہ جس خیر کے ساتھ بہت سی برائیاں بھی سمٹ آئی ہوں۔ وہ ان برائیوں کے ساتھ لائق نہیں۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج٤ ص١٥٥، بحواله غاية السعاية فى حل ما فى الهداية ج٥ ص٣٧٨. ٣٧٩)

علامہ بدرالدین عینی حنفی شارح بخاری کا حوالہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا تھا کہ کیا انہوں نے کسی نیک کام کا ارادہ کیا ہے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ خواتین کے لیے مسجد میں اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے کیوں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ خواتین کا مسجد میں اعتکاف کرنا نیکی اور طاعت نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۱۔۲۱۲)

دوسری حدیث:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کا گھر میں نماز پڑھنا اس کے حجرہ میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور اس کا کوٹھڑی میں نماز پڑھنا اس کے گھر میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

(سنن ابوداؤد ص ۵۷۰، سنن الکبریٰ بیہقی ج ۳ ص ۱۳۱، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۲۰۶، مشکوٰۃ شریف حدیث نمبر ۱۰۶۳، ترغیب وترہیب ج ۱ ص ۲۲۷، کنز العمال حدیث نمبر ۴۵۱۸۸، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۴)

جب عورت کا گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے تو اعتکاف بھی گھر ہی میں افضل ہوا۔

فقہ حنفی کا یہ مسئلہ شریعت کے عین مطابق ہے اور کسی حدیث کے خلاف نہیں۔ آج کل کے ماحول کے مطابق تو اس مسئلہ کی بالکل اجازت نہیں دینی چاہیے۔ اخبارات میں ایسی خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں کہ اعتکاف میں عورت بیٹھی اور اور کوئی مرد نکال کر لے گیا۔ یا عورت خود نکل گئی۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

(۴۲)......عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے تین دن رات کی مسافت کا

حدیث نمبر ۱:

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسافر المرأۃ ثلاثا الا و معھا ذو محرمٍ (مسلم ج ۱ ص ۴۳۲، باب سفر المرأۃ مع محرم الی حج وغیرہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت نہ سفر کرے تین دن کا مگر اس کے ساتھ اس کا محرم ہو۔

حدیث نمبر ۲:

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الآخر تسافر مسیرۃ ثلاث لیال الا و معھا ذو محرم. (مسلم ج ۱ ص ۴۳۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال نہیں ہے کسی عورت کے لیے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے کہ وہ تین راتوں کی مسافت کا (اکیلے) سفر کرے۔ مگر اس کے ساتھ اس کا محرم ہو۔ (یعنی محرم کے ساتھ سفر کرے تنہا سفر نہ کرے)

حدیث نمبر ۳:

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الآخر ان تسافر سفرًا یکون ثلاثۃ ایام فصاعدً الا و معھا ابوھا او ابنھا او زوجھا او اخوھا او ذو محرم منھا.

(مسلم ج۱ ص۴۳٤، ترمذی ج۱ ص۱۸۸ باب ما جاء فی کراھیۃ ان تسافر المرأۃ وحدھا)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہو اس کے لیے اس کے باپ بیٹے، بھائی، خاوند یا کسی اور محرم کے بغیر تین دن کا سفر جائز نہیں ہے۔

(۴۳)......احرام کی حالت میں مرنے والے کا سر ڈھانپنا

حدیث:

عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَفَّنَ ابْنَهُ وَاقِدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَدْ مَاتَ مُحْرِمًا بِالْجُحْفَةِ وَخَمَّرَ رَأْسَهُ

(مؤطا إمام محمد، باب تكفين المحرم، ص۲۳۷)

حضرت نافع سے مروی ہے کہ بے شک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے واقد بن عبداللہ کو کفن دیا جو کہ حالت احرام میں جحفہ مقام میں فوت ہو گئے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے ان کا سر ڈھانپا۔

(۴۴)......قارن دو طواف کرے اور دو سعی کرے

حدیث نمبر ۱:

ابی نصر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے حج کا احرام باندھا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملا تو میں نے آپ سے دریافت کیا کہ میں نے حج کا احرام باندھا ہے تو کیا میں اس پر عمرہ کا احرام اضافہ کر سکتا ہوں؟ فرمایا نہیں ہاں اگر تم نے عمرہ کا احرام باندھا ہوتا تو اس پر حج کا احرام اضافہ کر سکتے تھے۔ ابی نصر بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نے آپ سے پوچھا کہ پھر جب میرا حج وعمرہ دونوں کا ارادہ ہو تو مجھے کیا کرنا چاہیے۔ فرمایا اول غسل کر لو پھر دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھو اور ہر ایک کے لیے ایک ایک طواف کرو۔ (طحاوی، باب طواف القارن، ج ا ص ۴۷۲)

حدیث نمبر ۲:

عن زياد بن مالك عن علي وعبد الله قالا القارن يطوف طوافين ويسعٰى سعيين. (طحاوی ج ا ص ۴۷۲)

زیاد بن مالک حضرت علی اور عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ دونوں نے فرمایا کہ قارن دو طواف کرے اور دو سعی کرے۔

(۴۵)......ذمی کافر کا مسجد میں داخلہ

حدیث نمبر ۱:

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ثقیف کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا تاکہ ان کے دل نرم ہوں، انہوں نے یہ شرط رکھی کہ وہ جہاد میں شریک نہیں ہوں گے، زکوٰۃ نہیں دیں گے اور نماز نہیں پڑھیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاد میں نہ شریک ہونے اور زکوٰۃ نہ دینے کی تمہیں رخصت ہے۔ لیکن اس دین میں کوئی خیر نہیں جس میں نماز نہ ہو۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۷۲)

حدیث نمبر۲:

حسن بصری سے روایت ہے کہ ثقیف کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مسجد کے پچھلے حصہ میں ان کے لیے خیمہ لگوا دیا تا کہ وہ مسلمانوں کی نماز اور ان کے رکوع اور سجود کو ملاحظہ کریں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ آپ انہیں مسجد میں ٹھہرا رہے ہیں، حالانکہ یہ مشرکین ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: بنو آدم نجس ہوتے ہیں زمین نجس نہیں ہوتی۔
(مراسیل ابی داؤد ص ۶، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۷)

حدیث نمبر۳:

ابو الزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ کی تفسیر میں فرماتے تھے کہ غلام یا ذمی مسجد حرام میں جاسکتا ہے۔
(مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۵۳)

حدیث نمبر۴:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس سال کے بعد ہماری اس مسجد میں کوئی مشرک داخل نہ ہو۔ البتہ جن مشرکوں سے معاہدہ ہے یا ان کے خدام۔ وہ داخل ہو سکتے ہیں۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۲)

(۴۶)......رمی طلوع فجر کے بعد کرے

روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم بنی عبدالمطلب کے بچوں کو خچروں پر سوار کر کے آگے روانہ کر دیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری رانوں کو ہاتھ لگاتے اور فرماتے تھے۔ بچو سورج نکلنے سے پہلے جمرہ کو کنکر نہ ماریو۔

(ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ (مشکوٰۃ باب: الدفع من عرفۃ فصل ثانی)

تشریح:

یعنی تم اگرچہ رات ہی میں منیٰ پہنچ جاؤ گے مگر جمرہ کی رمی آفتاب نکلنے کے بعد کرنا، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پو پھٹنے کے بعد رمی جائز ہے مگر امام صاحب کے ہاں مستحب یہی ہے کہ آفتاب نکلنے کے بعد رمی کی جائے یہ حدیث امام صاحب کی دلیل ہے۔

(۴۷)......بکری کو قلادہ ڈالنا سنت نہیں

اس مسئلہ میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے بعض فرماتے ہیں کہ بکری کو قلادہ ڈالنا سنت ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ سنت تو نہیں صرف جائز ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ بکری کو قلادہ ڈالنا تو ثابت ہے مگر وہ ہدی کی نہیں تھی۔ فقہائے کرام کے درمیان اختلاف کی وجہ اس مسئلہ میں قرآن وحدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو چیز مروی ہے اس کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ اس وجہ سے علمائے احناف میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ سنت ہے اور بعض مستحب و جواز کے قائل ہیں۔ اس مقام پر صاحب ہدایہ نے صرف سنت ہونے کی نفی کی ہے۔ مستحب یا جواز کی نہیں۔ کیوں کہ جس حدیث میں بکری کو قلادہ ڈالنے کا ذکر ہے حنفیہ اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس روایت میں غنم کا ذکر اسود بن یزید رضی اللہ عنہ کا تفرد ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حج میں صرف بکریاں لے جانا ہی ثابت نہیں بلکہ اونٹ لے جانا بھی ثابت ہے۔ دوسرے علامہ انور شاہ صاحب یہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ یہ قلادے بکریوں کے لیے تیار ہو رہے تھے تب بھی اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ تقلید سے مراد تقلید نعلین ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ نعلین کے بغیر محض اون کے قلادہ ڈالنا بھی پیش نظر تھا اور عندالحنفیہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

(بحوالہ درس ترمذی جلد ۳ ص ۱۷۵۔۱۷۶)

نوٹ:

اس روایت کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرنے والے متعدد حضرات تابعین ہیں۔ عروہ بن زبیر، عمرہ بنت عبدالرحمٰن، قاسم ابوقلابہ، مسروق اور اسود رحمہم اللہ ان تمام حضرات میں صرف اسود ہی غنم کا ذکر کرتے ہیں اور کسی بھی روایت میں غنم کا ذکر نہیں ہے بلکہ کنت أفتل قلائد هدى رسول الله صلى الله عليه وسلم یا اس جیسے الفاظ مروی ہیں۔ تمام روایات کے لیے دیکھئے صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۲۵ باب استحباب بعث الهدى الى الحرم، جو لوگ اسود کا تفرد نہیں مانتے وہ سنت کے قائل نہیں۔

علامہ شامی حنفی نے لکھا ہے کہ شکرانے کی قربانی مثلاً تمتع میں بکری کو ہار ڈالنا مستحب ہے۔(رد المحتار ج۲ ص۲٤)

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں: ثانیاً احناف نے اس کے سنت ہونے کی نفی کی ہے جواز کی نفی نہیں کی۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج۱۰ص۴۲)

بہرحال کچھ بھی ہو حنفی بکری کے قلادہ ڈالنے کے قائل ہیں اور حنفی مذہب حدیث کے مطابق ہے مخالف نہیں۔(تفصیل کے لیے دیکھئے درس ترمذی جلد۳ص۱۷۴تا۱۷۷)

(۴۸)......محرم اگر زیتون کا تیل لگائے تو دم واجب ہوگا

حدیث:

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو احرام کی حالت میں خوشبو استعمال نہ کرو۔ مہندی کو ہاتھ نہ لگا اس لیے کہ یہ بھی خوشبو ہے۔

(معجم کبیر طبرانی، معرفت السنن والآثار للبیهقی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خوشبو کا استعمال حالت احرام میں ممنوع ہے۔اس حدیث کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ حالت احرام میں خوشبو لگانا منع ہے۔

علامہ کاسانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جو چیزیں بدن پر لگائی جاتی ہیں وہ تین قسم کی ہیں۔

① ......ایک قسم وہ ہے جو محض خوشبو ہے اور وہ خوشبو لگانے کے لیے تیار کی جاتی ہے۔ مثلاً کستوری، کافور، عنبر وغیرہ۔ ایسی چیزوں کا استعمال خواہ کسی طرح ہو، کفارہ واجب ہو جاتا ہے، حتیٰ کہ فقہاء رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ اگر کسی (محرم) نے کسی خوشبو کو بطور دوا آنکھ میں بھی لگایا تو اس پر کفارہ واجب ہوگا۔(یہ اصل خوشبو کا حکم ہے)

② ......ان چیزوں کی ایک قسم وہ ہے کہ وہ فی نفسہ خوشبو نہیں، نہ اس پر خوشبو کا حکم ہوتا ہے اور نہ کسی طرح خوشبو بنتی ہے۔(جب تک کہ خود اس میں خوشبو ملا کر اس کو تیار نہ کیا جائے) مثلاً چربی، پس ایسی چیز کو (محرم شخص) خواہ کھائے یا ملے یا پاؤں کے پھٹنوں میں ڈالے تو کفارہ واجب نہ ہوگا۔

④......اوران کی ایک قسم وہ ہے کہ فی نفسہ تو خوشبو نہیں لیکن وہ خوشبو کی بنیاد (یعنی مادہ) ہے وہ خوشبو کے طور پر بھی استعمال کی جاتی ہے اور دوا کے طور پر بھی استعمال کی جاتی ہے (بلکہ کھانے پینے میں بھی استعمال کی جاتی ہے) مثلاً روغن زیتون (یعنی زیتون کا تیل) تلوں کا تیل، ایسی چیزوں میں استعمال کا اعتبار ہے۔ پس اگر اسے بدن پر تیل استعمال کرنے کے طور پر استعمال کیا گیا تو وہ خوشبو کے حکم میں قرار دیا جائے گا اور اگر اسے خوراک میں یا پاؤں کے پھٹوں میں استعمال کیا گیا تو وہ خوشبو کے حکم میں نہیں قرار دیا جائے گا۔
(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۲ ص ۱۹۰)

ہدایہ باب الجنایات میں ہے:

پھر اگر محرم نے زیتون کا تیل لگایا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اس پر دم واجب ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ روغن زیتون خوشبو کی اصل ہے اور ایک طرح کی خوشبو سے خالی نہیں ہے اور یہ تیل جوں کو مار ڈالتا ہے۔ بالوں کو نرم کرتا ہے اور میل کچیل و پراگندگی کو ختم کرتا ہے لہٰذا ان تمام سے مل کر جنایت کامل ہو جائے گی اور دم واجب کر دے گی اور اس کا مطعوم ہونا خوشبو ہونے کے منافی نہیں ہے جیسے زعفران۔

اور یہ اختلاف خالص زیتون اور خالص تلی کے تیل میں ہے، رہی وہ چیز جیسے روغن زیتون سے خوشبودار کیا گیا ہو جیسے بنفشہ اور چمبیلی وغیرہ تو اس کے استعمال سے بالاتفاق دم واجب ہوگا۔ اس لیے کہ وہ خوشبو ہے۔ اور یہ حکم اس صورت میں ہے جب اسے خوشبو لگانے کے طور پر استعمال کیا ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۰۸)

ان عبارات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ زیتون کا تیل خوشبو ہے اور خوشبو لگانا محرم کے لیے بہت سی احادیث میں منع ہے۔

حدیث:

حضرت عطاء فرماتے ہیں جب محرم کسی تیل پر ہاتھ رکھے جس میں خوشبو ہو تو اس پر کفارہ لازم ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۰۸)

مولانا صلاح الدین یوسف غیر مقلد لکھتے ہیں:

(۵) یعنی ۱۰ ذوالحجہ کو جمرہ کبریٰ (یا عقبہ) کو کنکریاں مارنے کے بعد حاجی کو تحلل اول (یا اصغر) حاصل ہو جاتا ہے۔ جس کے بعد وہ احرام کھول دیتا ہے اور بیوی سے مباشرت کے سوا دیگر وہ تمام کام اس کے لیے جائز ہو جاتے ہیں جو حالت احرام میں ممنوع ہوتے ہیں۔ میل کچیل دور کرنے کا مطلب یہی ہے کہ پھر وہ بالوں، ناخنوں وغیرہ کو صاف کرلے، تیل، خوشبو استعمال کرلے اور سلے ہوئے کپڑے پہن لے وغیرہ۔ (سعودی قرآن ص ۹۲۰)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ حالت احرام میں تیل لگانا منع ہے۔

(۴۹)...... تیرہویں ذی الحجہ کے دن زوال سے پہلے رمی کرنے میں کوئی حرج نہیں

حدیث:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِذَا انْتَفَجَ النَّهَارُ مِنْ يَوْمِ النَّفَرِ فَقَدْ حَلَّ الرَّمْيُ وَالصَّدْرُ. (بیهقی، درایة ص۱۹۹)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیرہ ذوالحجہ کو جب سورج بلند ہو جائے تو جمرات کی رمی کرنا اور وہاں سے چلے جانا جائز ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تیرہ ذوالحجہ کو رمی کا وقت طلوع شمس کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔

(بحواله اعلاء السنن مترجم جلد۲ ص۱۲۱، غاية السعاية جلد نمبر ٦ ص ۱۳۲)

(۵۰)...... طواف زیارت بارہ ذی الحجہ تک جائز ہے

قرآن مجید میں ہے:

فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (الحج: ۲۸، ۲۹)

پس کھاؤ اس میں سے اور کھلاؤ مصیبت زدہ محتاج کو پھر چاہیے کہ وہ دور کریں اپنے میل کچیل اور پورا کریں۔ اپنی نذروں کو اور طواف کریں اللہ کے پرانے گھر کا۔

ذی الحجہ کی دسویں، گیارہویں اور بارہویں تاریخیں قربانی کے ایام ہیں اور یہی ایام طوافِ زیارت کے بھی ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں قربانی پر طواف کا عطف کیا ہے اور معطوف اور معطوف علیہ کا وقت ایک ہوتا ہے لہٰذا جو قربانی کا وقت ہے وہی طوافِ زیارت کا بھی وقت ہوگا اور چوں کہ ۱۰۔۱۱۔۱۲ کی تاریخوں میں قربانی کی جا سکتی ہے۔اس لیے ان تاریخوں میں طوافِ زیارت بھی کیا جا سکتا ہے۔ ہدایہ میں ہے اور طوافِ زیارت کا اول وقت یوم النحر (یعنی دسویں ذی الحجہ بقرہ عید کا دن) کی طلوع فجر کے بعد ہے۔ کیوں کہ اس سے پہلے رات کا وقت وقوف عرف کا وقت ہے اور طواف اس پر مرتب ہے اور ان ایام میں پہلا دن افضل ہے جیسا کہ قربانی میں ہے اور حدیث میں ہے کہ ان ایام میں پہلا دن افضل ہے۔ فقہ حنفی میں سنت تو یہ ہی ہے کہ دس ذی الحجہ کو طواف زیارۃ کرے۔ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے نہ کر سکے تو ایسا شخص بارہ (۱۲) ذی الحجہ تک کر سکتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اور بعضوں نے رخصت دی ہے تاخیر کی اگر چہ آخر ایام منی تک تاخیر کرے۔

(ترمذی ابواب الحج باب ماجاء فی طواف الزیارۃ باللیل)

اس عبارت سے فقہ حنفی کے مسئلہ کی تائید ہوتی ہے اور ایام منیٰ عام حالات میں ۱۲ ذی الحجہ کو ختم ہو جاتے ہیں اکثر حجاج آج کل بھی ۱۲ تاریخ کو حج ختم کر کے گھر آ جاتے ہیں۔

(۵۱)......عرفات کے دن خطبہ حج سے پہلے اذان دینا

ہدایہ میں ہے:

اور ظاہر مذہب (یعنی ظاھر الروایۃ) میں ہے کہ جب امام منبر پر چڑھ کر بیٹھ جائے تو مؤذن اذان دیں جیسا کہ جمعہ میں ہوتا ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ امام کے نکلنے سے پہلے موذن ازان دے اور انہی سے مروی ہے کہ خطبہ کے بعد اذان دے اور صحیح وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ یعنی (ظاہر الروایت والا مسئلہ) اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب خیمہ سے نکل کر اپنی اونٹنی پر اطمینان سے بیٹھ گئے تھے تو موذنوں نے آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کے سامنے اذان دی تھی اور خطبہ سے فراغت کے بعد موذن اقامت کہے کیوں کہ یہ نماز شروع کرنے کا وقت ہے لہٰذا یہ جمعہ کے مشابہ ہوگا۔

(ہدایہ مترجم ص۲۹۲، جلد۳)

مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار لکھتے ہیں:

زوال شمس کے بعد موذن منبر کے سامنے ان دونوں نمازوں کے لیے ایک اذان دے گا اذان کے بعد امام کھڑے ہو کر جمعہ کی طرح خطبہ دے گا پہلے ظہر پڑھے گا پھر وہ عصر کو بلا اذان ظہر کے وقت میں اقامت (تکبیر) کے ساتھ پڑھے گا۔

(المختار شرح کتاب الآثار مترجم ص۲۴۴ حدیث نمبر۳۴۳ کی شرح)

فقہ حنفی کا مسئلہ بالکل صاف ہے اور ہمارا اس مسئلہ پر عمل ہے وہ مولانا حبیب اللہ صاحب نے لکھ دیا ہے اور ہدایہ میں بھی راجح اسی کو کہا گیا ہے۔

(۵۲)......میقات کے اندر اور حدود حرم سے باہر رہنے والے جس جگہ سے چاہیں احرام باندھ سکتے ہیں

ہدایہ میں ہے: جو شخص میقات کے اندر ہو تو اس کا میقات حل ہے یعنی وہ حل جو مواقیت اور حرم کے درمیان ہے۔ کیوں کہ اس کے لیے اپنے گھروں سے احرام باندھنا جائز ہے اور میقات کے اندر سے حرم تک ایک ہی جگہ ہے۔

مسئلہ کی وضاحت:

حج اور عمرہ کرنے والے اشخاص کی تین قسمیں ہیں:

① آفاقی، آفاقی وہ آدمی ہے جو میقات کی حدود سے باہر رہتا ہو۔ جیسے پاکستانی، مصری، شامی، عراقی، یمنی وغیرہ۔ آفاقی آدمی میقات سے پہلے پہلے احرام باندھے گا۔ بہتر تو یہ ہے کہ وہ اپنے گھر میں سے احرام باندھ لے۔

② حلی: حلی وہ آدمی ہے جو مقام حل میں رہتا ہے۔ حِل کہتے ہیں حدود حرم سے باہر اور میقات کے اندر والی زمین کو، حل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں وہ چیزیں حلال ہیں جو حرم کے

اندر حرام تھیں۔ حلی آدمی جب حج یا عمرہ کرے گا تو اس کو اپنے گھر ہی سے احرام باندھنا جائز ہے۔ یا حل کے اندر جہاں سے وہ چاہے احرام باندھ سکتا ہے۔

صاحب ہدایہ نے جو یہ مسئلہ لکھا ہے وہ حلی کے لیے ہی لکھا ہے۔ اور فقہ حنفی کا یہ مسئلہ قرآن وحدیث کے مطابق ہے اگر کسی کو اعتراض ہو تو وہ قرآن وحدیث سے اس کے خلاف دلیل پیش کرے۔

③ حَرَمِیْ: حَرَمِی وہ شخص ہے جو زمین حرم میں رہنے والا ہو۔ خواہ مکہ مکرمہ میں رہتا ہو یا مکہ مکرمہ سے باہر حدود حرم میں رہتا ہو حرمی اگر حج کا احرام باندھے گا تو حدود حرم کے اندر ہی سے باندھ لے گا یعنی اپنے گھر سے۔ اور اگر عمرے کا احرام باندھے گا تو اسے حدود حرم سے باہر جانا ہوگا۔ تنعیم یعنی مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا یا جعرانہ کیوں کہ حدیث میں آتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ اپنی بہن کو حرم سے باہر لے جاؤ۔ (بخاری ج۱ص۲۱۲)

(۵۴)......حالت احرام میں نکاح کرنا جائز ہے

حدیث نمبر۱:

عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُوْنَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

(طحاوی، باب نکاح المحرم، ج۱ص۴۶۴۔ نسائی ج۲ص۳۶)

حضرت عطا سے مروی ہے یہ روایت کرتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ بنت حارث سے نکاح کیا اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محرم (حالت احرام میں) تھے۔

حدیث نمبر۲:

عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ. (طحاوی ج۱ص۴۶۵)

حضرت ابو صالح سے مروی ہے یہ روایت کرتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا اس حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں تھے۔

حدیث نمبر۳:

عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُمَا مُحْرِمَانِ (طحاوی ج۱ص۴۶۵۔نسائی ج۲ص۳۶الرخصہ فی النکاح للمحرم)

حضرت مجاہد سے روایت ہے یہ روایت کرتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے نکاح اس حال میں کیا کہ دونوں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہ) حالت احرام میں تھے۔

(۵۴)......حالت احرام میں عورت زعفران، عصفر، ورس کے ساتھ رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے

حدیث نمبر۱:

عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلْبَسُوا ثَوْبًا مَسَّهُ وَرْسٌ اَوْ زَعْفَرَانٌ يَعْنِيْ فِي الْاَحْرَامِ

(طحاوی، باب لبس الثوب الذی قد مسہ ورس او زعفران فی الاحرام، ج۱ ص۳۹۶)

حضرت سالم سے مروی ہے یہ بیان کرتے ہیں ابن عمر سے یہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مت پہنو ایسا کپڑا جس کو ورس یا زعفران سے رنگا ہو یعنی حالت احرام میں۔

حدیث نمبر۲:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَلْبَسَ مَصْبُوغًا بِزَعْفَرَانٍ أَوْ وَرْسٍ

(نسائی، باب النَّهْيُ عَنِ الثِّيَابِ الْمَصْبُوغَةِ بِالْوَرْسِ وَالزَّعْفَرَانِ فِي الْإِحْرَامِ، ج۲ص۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ منع فرمایا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ محرم پہنے ایسا کپڑا جو رنگا ہوا ہو ورس سے اور زعفران سے حالت احرام میں۔

حدیث نمبر۳:

عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِیهِ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ قَالَ لَا يَلْبَسُ الْقَمِيصَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ وَرْسٌ وَلَا زَعْفَرَانٌ. (نسائی ج۲ ص۷)

حضرت سالم اپنے والد سے بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ محرم کون سے کپڑے پہنے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ محرم نہ پہنے قمیص اور نہ ٹوپی اور نہ شلوار اور نہ عمامہ اور نہ کوئی ایسا کپڑا کہ چھوا ہو اس کو ورس نے یا زعفران نے۔

(۵۵)......ضبع (بجو) کا گوشت کھانا حرام ہے

عن عاصم بن ضمرة عن علی بن ابی طالب قال نهٰی رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عن كل ذی ناب من السباع وعن كل ذی مخلب من الطير (طحاوی ج۲ ص۲۸۳)

حضرت عاصم بن ضمرہ سے مروی ہے یہ روایت کرتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے ہر ناخن والے درندے سے اور ہر چونچ والے پرندے سے۔ (طحاوی ج۲ ص۲۸۴)

عن مجاهد عن ابن عباس قال نهٰی رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عن اكل كل ذی ناب من السباع

حضرت مجاہد سے مروی ہے یہ بیان کرتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے ہر ناخن والے درندے کے کھانے سے۔

اور ضبع (بجو) کا شمار ناخن والے درندوں میں ہوتا ہے لہٰذا یہ کھانا منع ہے۔

(۵۶)......آفاقی کے لیے بغیر احرام کے مکہ میں داخلہ منع ہے چاہے حج اور عمرہ کا ارادہ نہ ہو پھر بھی احرام ضروری ہے

مسئلہ کی وضاحت:

آفاقی جب مکہ میں داخل ہونے کے ارادے سے میقات پر پہنچے تو ہمارے یہاں اس پر

احرام باندھنا واجب ہے خواہ وہ حج یا عمرہ کا ارادہ کرے یا نہ کرے اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ کوئی بھی شخص احرام کے بغیر میقات سے تجاوز نہ کرے۔

(بیھقی، سنن الکبریٰ فی کتاب الحج باب من مر بالمیقات یرید حجًا او عمرۃ رقم: ۸۹۸۴)

اور اس لیے بھی کہ احرام کا وجوب اس بقعہ شریفہ کی تعظیم کے لیے ہے لہٰذا اس میں حج اور عمرہ کرنے والے اور ان کے علاوہ سب برابر ہوں گے۔ (احسن الہدایہ)

حدیث نمبر ا:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمایا:

لَا تَجَاوِزُوا الْمَوَاقِيْتَ بِاِحْرَام

کہ ان مواقیت سے بغیر احرام کے نہ گزرو (ابن ابی شیبہ)

حدیث نمبر ۲:

ابو الشعثاء فرماتے ہیں کہ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ جو بغیر احرام کے میقات سے گزرتا، ابن عباس رضی اللہ عنہما اسے واپس کر دیتے۔ (نصب الرایہ ج ا ص ۱۷۳)

فقہ حنفی کا یہ مسئلہ ان احادیث کے مطابق ہے۔

(۵۷)......حج اور عمرہ سے رک جانے والا راستے میں ہدی ذبح نہ کرے حرم روانہ کردے

مسئلہ کی وضاحت:

احصار حصر سے بنا بمعنی روکنا و باز رکھنا رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جو اللہ کی راہ میں روک دیئے گئے۔ (البقرہ: ۲۷۳)

شریعت میں احصار یہ ہے کہ انسان بعد احرام حج کرنے پر قادر نہ ہو، مسئلہ احصار میں تین قسم کا اختلاف ہے۔ ایک یہ ہے کہ ہمارے امام اعظم کے ہاں دشمن، مرض، خرچہ۔ ہلاک ہو جانے، راستہ میں عورت محرمہ کے محرم مر جانے سے احصار ہو جاتا ہے۔ دیگر اماموں کے ہاں احصار صرف دشمن کافر سے ہوگا۔ اور کسی وجہ سے نہیں۔ دوسری یہ کہ ہمارے مذہب میں

احصار کی قربانی حرم شریف میں ہی بھیجی جائے گی کہ وہاں ذبح ہو دیگر ائمہ کے ہاں جہاں احصار ہو وہاں ہی ذبح کر دی جائے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی حدیبیہ میں ہی کر دی تھی۔ ہم کہتے ہیں کہ وہ مجبوراً ہوا کہ وہاں سے حرم تک قربانی لے جانے والا کوئی نہ تھا سب ہی روک دیئے گئے تھے۔ ایسی مجبوری میں ہم بھی کہتے ہیں کہ حِل میں قربانی کر دے یا حدیبیہ کا بعض حصہ حرم میں بھی داخل ہے۔ یہ قربانیاں داخل حرم والے حصہ میں ہوئیں۔ تیسرے یہ کہ ہمارے ہاں محصر پر قضا واجب ہے امام شافعی کے ہاں نہیں مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمرہ قضا ہماری تائید کرتا ہے۔

اس تمہید کے بعد ہدایہ شریف کا یہ مسئلہ آسانی سے سمجھ آ جاتا ہے مگر ہم یہاں اس مسئلہ کے بعض دلائل کا ذکر بھی کرتے ہیں۔

پہلی آیت:

قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ قَتَلَهُ مِنكُم مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ (المائدہ:۹۵)

اور جو تم میں سے جان کر شکار کو قتل کرے تو اس کا بدلہ اس کے مثل ہے جو قتل کیا جانور میں سے اس کا فیصلہ کرے دو انصاف ور آدمی تم میں سے ہدی جو کعبہ تک پہنچنے والی ہو۔

اس آیت کی تفسیر میں مولانا صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

(۴) یہ فدیہ، جانور یا اس کی قیمت کعبہ پہنچائی جائے گی اور کعبہ سے مراد حرم ہے۔ (فتح القدیر) یعنی ان کی تقسیم حرم مکہ کی حدود میں رہنے والے مساکین پر ہوگی۔

دوسری آیت:

فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ

پھر اگر تم روک دیئے جاؤ تو جو میسر ہو اسے بھیج کر حلال ہو جاؤ اور نہ تم منڈواؤ اپنے سر یہاں تک کہ پہنچ جائے ہدی (جانور) اپنے حلال ہونے کی جگہ پر۔ (البقرہ:۱۹۶)

اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے کیوں کہ ہدی اس جانور کا نام ہے جو حرم میں ہدیہ بھیجا جائے۔

تیسری آیت:

لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ''تمہارے ان چوپایوں میں منافع ہیں ایک مقرر وقت تک پھر ان کے حلال (ذبح) ہونے کی جگہ قدیم گھر بیت اللہ کی طرف ہے۔'' (الحج:۳۳)

اس آیت میں بھی ہدی کا محل بیت اللہ بتلایا ہے اور ظاہر ہے کہ اس سے مراد بعینہٖ بیت اللہ شریف نہیں ہوسکتا کیوں کہ بیت اللہ میں خون نہیں بہایا جاتا معلوم ہوا کہ اس سے مراد حرم محترم ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ہدی ذبح کرنے کی جگہ حدودِ حرم ہے۔

حدیث:

میمون بن مہربان سے روایت ہے کہ میں عمرہ کرنے کو نکلا جس سال شام والوں نے محاصرہ کیا تھا۔ عبداللہ بن الزبیر کا مکے میں اور میرے ساتھ کئی لوگوں نے میری قوم میں سے ہدی بھیجی تھی جب ہم مکے کے قریب پہنچے تو اہل شام نے منع کیا۔ ہم کو حرم میں جانے سے میں نے اس جگہ اپنی ہدی نحر کی اور احرام کھول ڈالا اور لوٹ آیا۔ جب دوسرا سال ہوا تو پھر میں نکلا اپنا عمرہ قضا کرنے کے واسطے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور ان سے پوچھا انہوں نے کہا ہدی بھی بدل ڈال یعنی دوسری ہدی لا۔ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم کیا تھا کہ بدل دو عمرہ قضاء میں اس ہدی کا جو انہوں نے نحر کی تھی حدیبیہ میں۔

اس کی شرح میں علامہ وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں:

ف۱۰: کیوں کہ وہ ہدی حرم میں ذبح نہیں ہوئی تھی بلکہ باہر حرم کے ذبح ہوئی تھی یہ حدیث بظاہر موید ہے مذہب حنفیہ کو کہ احصار کی حالت میں ہدی ذبح کرنے کے لیے حرم میں بھیجی جائے اور شافعی کے نزدیک جہاں روکا جائے وہیں ذبح کرے۔

(سنن ابوداؤد مترجم جلد دوم ص۶۲ باب الاحصار)

حدیث:

عبدالرحمٰن بن یزید نے فرمایا ہمارے ساتھ ایک آدمی نے عمرہ کا احرام باندھا پس اس کو

بچھو نے کاٹ لیا پس کچھ سوار ظاہر ہوئے ان میں عبداللہ بن مسعود تھے ان سے لوگوں نے پوچھا تو انہوں نے فرمایا ہدی بھیجو اور تمہارے اور ان کے درمیان ایک دن متعین کر لو۔ پس جب وہ دن گزر جائے تو حلال ہو جانا۔ (سنن الکبریٰ بیہقی ج ۵ ص ۳۶۱)

اس اثر سے معلوم ہوا کہ مکہ جانے والے کو ہدی دے دے اور کسی خاص دن کا وعدہ لے لے اور اس دن حلال ہو جائے۔

ان تمام دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ فقہ حنفی کا مسئلہ قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے۔

(۵۸)......حج اور عمرہ سے رک جانے والے کے لیے حلق کرانا مباح ہے

مسئلہ کی وضاحت:

حضراتِ طرفین (امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ) کی دلیل یہ ہے کہ حلق یا قصر حج کی ایک قربت اور عبادت ہے۔ لیکن یہ اسی صورت میں عبادت متحقق ہوتی ہے جب افعال حج پر مرتب ہوتی ہے اور ترتیب کے ساتھ ادا کی جاتی ہے اور محصر چوں کہ افعال حج ادا ہی نہیں کرتا اس لیے اس کے حق میں حلق یا قصر عبادت نہیں ہوگا اور نہ ہی اسے بجالانا اس پر ضروری (یعنی واجب) ہوگا۔

رہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا حدیبیہ کے سال حلق کرانا تو وہ اس وجہ سے تھا کہ مشرکین اور مسلمانوں کے درمیان جو صلح ہوئی ہے وہ موکد ہو جائے اور مشرکین مسلمانوں کی واپسی کے ارادے کو پکا اور مستحکم سمجھ کر اپنے آپ کو مومنین سے مامون سمجھیں اور کسی بھی طرح کی سازش وغیرہ میں نہ ملوث ہوں۔ لہٰذا اس واقعہ کو دلیل بنا کر محصر کے حلال ہونے کے لیے وجوب حلق کا دعویٰ کرنا درست نہیں ہے۔

(احسن الہدایہ جلد ۳ ص ۵۲۵)

دوسرے کافی (حاکم شہید) وغیرہ میں ہے کہ طرفین کے نزدیک حلق نہ کرانا اس صورت میں ہے جب مقام احصار خارج حرم ہو۔ اگر حدودِ حرم میں محصر ہو تو حلق کرائے کیوں کہ ان

کے یہاں حلق موقت بالحرم ہے۔

(غاية السعاية فی حل ما فی الهدايه جلد نمبر ٦ ص٣٦٠)

(۵۹)......حرم سے باہر اگر جرم کرلے پھر حرم میں آجائے تو حد نہیں ہے

حنفی مسلک کے دلائل:

قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا

بلاشبہ پہلا گھر جو مقرر کیا گیا لوگوں کے لیے البتہ وہ ہے جو مکہ میں ہے بڑی برکت والا اور ہدایت ہے جہانوں کے لیے اس میں کئی نشانیاں ہیں واضح مقام ابراہیم (وغیرہ) اور جو کوئی داخل ہوا اس میں وہ ہو گیا امن والا۔ (آل عمران: ۹۶-۹۷)

اس آیت کے تحت مولانا صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

اس میں قتال، خون ریزی، شکار حتی کہ درخت تک کا کاٹنا ممنوع ہے۔ (صحیحین)
(سعودی تفسیر ص۱۶۲)

مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی لکھتے ہیں:

حرم پاک کی یہ حرمت قانونی ہے کیوں کہ علماء نے اسے صرف خبر کے درجہ میں نہیں بلکہ حکم کے درجے میں رکھ کر یہ قانون نکالا ہے کہ خونی اور قاتل بھی اگر خانہ کعبہ کے اندر پناہ گزین ہو جائے تو اسے وہاں قتل نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن حالات ایسے پیدا کیے جائیں گے کہ وہ حرم کے علاقہ سے نکلے۔ ہاں اگر کوئی شخص حرم ہی میں ارتکاب جرم کرے تو پھر اسے حرم ہی میں سزا دی جا سکتی ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، ان کے صاحبین امام زفر، حسن بن زیاد کی رائے ہے اور یہی صحابہ میں عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر اور عبید اللہ بن عمیر رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سعید بن جبیر، عطاء، طاؤس اور امام شعبی رحمہم اللہ کا موقف ہے۔

(تفسیر معالم القرآن پارہ چہارم ص۹۰

حدیث نمبرا:

روایت ہے حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ عدوی سے انہوں نے عمرو بن سعید سے فرمایا جب کہ وہ مکہ معظمہ پر لشکر بھیج رہا تھا کہ اے امیر مجھے اجازت دے کہ میں تجھے وہ فرمان پاک سناؤں جسے کل فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا۔ جسے میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے محفوظ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے آنکھوں نے کلام کرتے وقت دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا کہ مکہ کو اللہ نے حرم بنایا ہے۔ کسی انسان نے نہ بنایا تو کسی بھی اس شخص کو جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو یہ جائز نہیں کہ وہاں خون بہائے اور نہ وہاں کا درخت کاٹے اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد سے اجازت سمجھے تو اسے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس کی اجازت دے دی تھی اور تم کو نہ دی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا) رب نے مجھے دن کی ایک گھڑی (علماء فرماتے ہیں کہ صبح سے عصر تک) اجازت دی تھی اب آج اس کی حرمت کل کی طرح لوٹ آئی۔ حاضرین غائبین کو پہنچادیں۔ الحدیث الخ۔ (مشکوٰۃ دم مکہ باب ثالث)

حدیث نمبر۲:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا سرکش وہ شخص ہے کہ جس نے کسی کو خانہ کعبہ میں قتل کیا یا اپنے قاتل کے سوا کسی دوسرے کو قتل کیا یا جاہلیت کے قتل کے بدلے میں کسی کو قتل کیا۔

(مسند احمد، نیل الاوطار مترجم جلد نمبر۴ ص ۴۵)

حدیث نمبر۳:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اگر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قاتل کو خانہ کعبہ میں پکڑ لیتے تو وہ اسے قتل نہ کرتے۔ (نیل الاوطار ج۴ ص ۴۵)

حدیث نمبر۴:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس بارے میں یہ تصریح کی ہے ۔ ر کسی مجرم پر شرعی حد نافذ کرنے کا فیصلہ ہو جائے اور وہ اس حد سے بچنے کے لیے خانہ کعبہ میں پناہ لے تو اس کے باوجود اس پر حد قائم کی جائے گی لیکن یہ حد اس وقت قائم کی جائے گی جب حدود حرم سے باہر

آ جائے گا۔ (مسند احمد، بحوالہ نیل الاوطار)

امام شوکانی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جہاں تک ایسے مجرموں کا تعلق ہے کہ جنہوں نے خانہ کعبہ سے باہر جرائم کا ارتکاب کیا اور شرعی حد سے بچنے کے لیے خانہ کعبہ میں پناہ لی تو اس کے متعلق جمہور علماء کا یہی مسلک ہے کہ ایسے مجرموں پر شرعی حدود کا نفاذ اس وقت کیا جائے کہ جب وہ خانہ کعبہ سے باہر نکلیں۔
(نیل الاوطار اردو جلد نمبر ۴ ص ۴۶)

قرآن وحدیث کے ان دلائل سے واضح ہوا کہ فقہ حنفی کا یہ مسئلہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

(۶۰)......لفظ ہبہ اور تملیک سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے

حدیث نمبر ا:

ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایسی عورتوں کو عار دلایا کرتی تھیں جنہوں نے اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (بغیر مہر) ہبہ کر رکھا تھا۔ اور فرماتیں کیا عورت کو اس بات سے شرم نہیں آتی کہ وہ اپنے آپ کو بغیر مہر کے (خاوند کے لیے) پیش کر دیتی ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ الآیۃ (الاحزاب:۵۱) نازل فرمائی۔ (یعنی ان میں سے آپ جس کو چاہیں اور جب تک چاہیں اپنے سے دور رکھیں اور جس کو چاہیں اور جب تک چاہیں اپنے نزدیک رکھیں اور جن کو دور کر رکھا تھا ان میں سے پھر کسی کو طلب کریں تب بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں۔ اس میں زیادہ توقع ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور وہ غم زدہ نہیں ہوں گی اور جو کچھ بھی آپ ان کو دے دیں گے اس پر سب راضی ہو جائیں گی۔ (مسند احمد) اس کی سند شرط شیخین پر ہے۔ (جوہر النقی)

فائدہ: یعنی یہ آیت ان عورتوں کی حمایت میں اتری جنہوں نے اپنے آپ کو ہبہ کر دیا تھا۔ لہٰذا اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہبہ کرنے سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

حدیث نمبر۲:

ہشام اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے یہ مسئلہ سنایا جاتا (کہ بعض عورتوں نے اپنے آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کر دیا ہے) تو میں کہا کرتی تھی مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ کوئی عورت اپنے آپ کو بغیر مہر کے کسی مرد کے لیے ہبہ کردے۔ (طحاوی)

فائدہ:

حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے محض ترک مہر پر انکار کیا تھا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح بغیر مہر کے بھی منعقد ہو جاتا ہے۔ اس لیے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی کو یہ اعتراض کرنے کا حق نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار سے زائد نکاح کیے اور مہر کے بغیر بھی نکاح کیا۔ کیوں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہیں۔ اسی طرح صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور عتق کو مہر بنایا یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت بغیر مہر کے نکاح درست ہونا ہے لیکن لفظ ہبہ سے نکاح کا انعقاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں۔ اس لیے کوئی اور آدمی لفظ ہبہ سے نکاح کرے تو نکاح منعقد ہو جائے گا (جیسا کہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ کتاب النکاح میں ہے) لیکن مہر بھی لازم ہوگا۔

حدیث نمبر۳:

ابو قلابہ سے مروی ہے کہ ابن مسیب اور دوسرے اہل علم فرمایا کرتے تھے کہ کسی عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کے لیے ہبہ کردے ہاں اگر وہ ایک کوڑے کی مقدار مہر پر بھی نکاح کرے تو حلال ہے۔
(مصنف عبدالرزاق)

حدیث نمبر۴:

طاؤس فرماتے ہیں کہ کسی آدمی کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ اپنی بیٹی کو بغیر مہر کے ہبہ کر

دے البتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کرنا جائز ہے۔

حدیث نمبر ۵:

مجاہد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان

وَامْرَأَةً مُّؤْمِنَةً إِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ (الاحزاب:۵۰)

(یعنی مسلمان عورت اپنے آپ کو بغیر عوض کے پیغمبر کو دے دے۔) میں مراد بغیر مہر کے ہبہ کرنا ہے۔

حدیث نمبر ۶:

عطاء سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی عورت اپنے آپ کو کسی مرد کے لیے ہبہ کر دے تو اس کا کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مہر کے ساتھ ہی درست ہوگا۔ اور عطاء ہی فرماتے ہیں کہ بغیر مہر کے ہبہ کرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص تھا۔

حدیث نمبر ۷:

حکم اور حماد سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کسی شخص کو بغیر عوض کے دے دے تو اس کا کیا حکم ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ مہر کے ساتھ ہی جائز ہے۔

نوٹ:

اوپر کی پانچ روایات کو ابن ابی شیبہ نے بھی مصنف میں روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۸:

سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی یا رسول اللہ! میں اپنے آپ کو آپ کے لیے ہبہ کرنے آئی ہوں۔ لیکن جب عورت نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس مسئلہ میں کوئی فیصلہ نہیں فرما رہے تو بیٹھ گئی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ کو اس کی حاجت نہیں تو میرا اس سے نکاح کر دیجیے (طویل حدیث ذکر کرنے کے بعد راوی کہتے ہیں کہ) تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جا میں نے تجھے اس کا مالک بنایا اس قرآن کے عوض جو تیرے پاس ہے۔

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لفظ ہبہ اور لفظ تملیک سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے لیکن مہر لازم ہوگا۔ (ماخوذ اعلاء السنن مترجم جلد نمبر ۳ ص ۳۳۴، ۳۳۶)

(۶۱)......نکاح کے گواہوں میں عدالت شرط نہیں

فقہ حنفی میں عام قانون تو عادل ہی کی گواہی قبول کرنے کا ہے کیونکہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے: وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ذٰلِكُمْ یُوْعَظُ بِهٖ (الطلاق: ۲) اور تم گواہ بنالو دو صاحب عدل آدمی اپنوں میں سے اور قائم کرو گواہی اللہ کے لیے یہ حکم ہے وہ کہ نصیحت کی جاتی ہے اس کی۔

اور حدیث شریف میں ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیانت کرنے والے مرد خیانت کرنے والی عورت اور اپنے بھائی سے بغض و کینہ رکھنے والے کی گواہی کو رد کیا اور گھر کے خادم کی گواہی گھر والے کے لیے اور اس کے علاوہ کی گواہی جائز قرار دی۔ (سنن ابوداؤد، کتاب القضاء باب من ترد شہادتہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عادل کی گواہی قبول کرنی چاہیے۔ خائن اور فاسق کی گواہی قبول نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن نکاح کا معاملہ تھوڑا آسان ہے کہ اکثر و بیشتر گواہ بنتا ہے۔ لیکن قاضی کے سامنے شادی کی گواہی دینے کی ضرورت نہیں پڑھتی۔ اس لیے اگر کسی نکاح میں فاسق بھی گواہ بن جائے تو نکاح درست ہو جائے گا۔

حجاج بن یوسف فاسق تھا پھر بھی حاکم بنا اور دوسروں کو قاضی بھی بنایا تو یہ جائز ہو گیا اس لیے فاسق کی گواہی جائز ہو جائے گی۔

فاسق کا مطلب یہ ہے کہ نماز چھوڑنے یا زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وجہ سے فاسق ہے تو گواہی قبول ہے۔ لیکن اگر جھوٹ بولنے کی وجہ سے فاسق ہوا تو اس کی گواہی قابل قبول نہیں۔ کیوں کہ جھوٹ کی وجہ سے اس بات کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیوں کہ قرآن مجید کی اس آیت میں جھوٹ بولنے سے منع فرمایا گیا ہے: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ

الــــزُّور (الحج: ۳۰) لہٰذا تم بچو بتوں کی ناپاکی سے اور تم بچو جھوٹی بات سے۔ اس آیت میں جھوٹی گواہی کو شرک کے برابر قرار دیا ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ گناہوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، ناحق قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔ **(بخاری کتاب الشھادات، باب ما قیل فی شھادۃ الزور)**

اس حدیث میں بھی جھوٹی گواہی سے منع فرمایا گیا ہے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں ہم نے فقہ حنفی کے مسئلہ کی کچھ وضاحت کردی ہے۔ فقہ حنفی کا مسئلہ بالکل درست ہے اور آج کل اسی پر عمل ہو رہا ہے اگر نکاح کے گواہ میں عدالت کو شرط قرار دے دیا جائے کہ اس کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا تو بہت مشکلات پیش آئیں گی۔ ہم کہتے ہیں کہ گواہ عادل ہی ہونے چاہییں۔ ہم صرف اس کو شرط قرار نہیں دیتے۔ اور لفظ فاسق کی بھی وضاحت کردی بعض لوگ لفظ فاسق سے دھوکہ دیتے ہیں۔

(۶۲)......دسویں ذی الحجہ کو خطبہ دینا ضروری نہیں

یہاں پر اصل مسئلہ یہ ہے کہ ایام حج میں کل خطبے جو مسنون ہیں وہ کتنے ہیں اور کس کس تاریخ میں ہیں۔ اور خطبہ دینے کا وقت کون سا ہے۔ ان تینوں مسئلوں میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے کیوں کہ اس مسئلہ میں احادیث بہت مختلف ہیں۔ جس کی وجہ سے محدثین میں اختلاف واقع ہوا۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہائے احناف نے جو نظریہ قائم کیا ہے۔ وہ فقہ حنفی کی کتابوں میں دلائل کے ساتھ لکھا ہوا موجود ہے۔

غایۃ السعایۃ فی حل ما فی الھدایہ ج نمبر ۶ ص ۸۲ میں ہے:

ایام حج میں کتنے خطبے ہیں؟ اس میں اختلاف ہے، احناف وموالک کے نزدیک تین خطبے ہیں، پہلا خطبہ ذی الحجہ کی ساتویں تاریخ کو مکہ میں دوپہر ڈھلے ظہر کی نماز کے بعد ہے۔ ابن المنذر کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے

ساتویں تاریخ میں خطبہ اور سورۃ براٗۃ پڑھی۔ (رواہ ابن عمر) (سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۵ ص ۱۱۱)

دوسرا خطبہ نویں تاریخ کو عرفات میں ہوتا ہے اس میں وقوف عرفہ، وقوف مزدلفہ۔ ان دونوں سے واپسی، رمی جمرہ عقبہ، ذبح، حلق اور طواف زیارت وغیرہ کی تعلیم ہوتی ہے۔ امام مسلم نے باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حَتّٰی اِذَا رَاغَتِ الشَّمْسُ اَمَرَ بِالْقَصْوَآءِ فَرُجِلَتْ لَهٗ فَاَتٰی بَطْنَ الْوَادِیْ فَخَطَبَ حتی کہ سورج ڈھل گیا پھر آپ نے (اپنی اونٹنی) قصواء کو تیار کرنے کا حکم دیا پھر آپ نے بطن وادی میں آ کر لوگوں کو خطبہ دیا۔

تیسرا خطبہ گیارہویں تاریخ کو منیٰ میں ہوتا ہے۔ یہ تینوں خطبے ایک ایک روز کے فصل سے پڑھے جاتے ہیں۔ اور سوائے خطبہ عرفات کے دونوں خطبے دوپہر ڈھلے ظہر کی نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں صرف عرفات کے دن یہ زوال کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے ہوتا ہے اور اس میں بین الخطبتین نشست بھی ہوتی ہے۔

بخلاف ساتویں اور گیارہویں تاریخ کے خطبہ کے کہ یہ دونوں مفرد خطبے ہیں یعنی ان میں نشست نہیں ہے۔ شیخ الاسلام کی مبسوط اور شرح طحاوی میں ایسا ہی ہے۔ پھر ان تینوں خطبوں کی ابتدا خطبہ عیدین کی طرح تکبیر کے ساتھ پھر تلبیہ پھر تحمید کے ساتھ واجب ہے اور دیگر تین خطبوں میں یعنی خطبہ جمعہ، خطبہ استسقاء اور خطبہ نکاح میں تحمید سے ابتدا کرنا لازم ہے۔ (منح، طحاوی، منتقی) (ترمیم واضافہ کے ساتھ)

سنن ابوداؤد باب اَیَّ یَوْمٍ یُخْطَبُ بِمِنًی میں سرابنت نبہان سے روایت ہے وہ ایک گھر والی تھی جاہلیت میں (جس میں بت رہا کرتے تھے) کہا خطبہ سنایا ہم کو آپ نے یوم الرؤس یعنی دوسرے دن قربانی کے۔ الحدیث

امام شوکانی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ایام تشریق میں منی کے اندر خطبہ دینے پر استدلال فرمایا ہے۔ (دیکھئے نیل الاوطار اردو جلد نمبر ۳ ص ۸۵)

بعض روایات میں ان تین خطبوں کے علاوہ اور خطبوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ ہمارے ہاں ان کا جواب یہ ہے کہ حج کی مختلف روایات کو سامنے رکھتے ہوئے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہی ہے

جو فقہاء احناف نے اخذ کیا ہے کہ حج کے تین خطبے مسنون ہیں۔ جن کا تعلق زیادہ تر حج کے احکام سے ہے۔ باقی جو خطبات ہیں وہ اصل میں ان تین خطبوں کی طرح نہیں ہیں۔ جیسا کہ یوم النحر کا خطبہ یہ خطبہ بمعنی وعظ و نصیحت ہے نہ کہ وہ خطبہ مسنونہ جو حج میں ہوتا ہے کہ وہ گیارہویں ذی الحجہ کو منی میں دیا جاتا ہے اس میں بقیہ ارکان حج کی تعلیم ہوتی ہے۔ الحمد للہ فقہ حنفی کا یہ مسئلہ قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔

(۶۳)...... کسی لونڈی نے اپنے آقا کی اجازت سے نکاح کیا پھر آقا نے اسے آزاد کر دیا تو اسے نکاح توڑ دینے کا اختیار ہے

عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ زَوْجُ بَرِيرَةَ حُرًّا فَخَيَّرَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(ترمذی، باب ما جاء في الامة تعتق ولها زوج، ج۱ص۱۸۶، حسن صحیح)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بریرہ کے خاوند نے آزاد کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اختیار دیا تھا (نکاح کے بارے میں)

(۶۴)...... مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کے لیے فقط ایک اذان اور ایک ہی اقامت کافی ہے

عن عبدالرحمٰن بن یزید قال خرجت مع عبداللہ بن مسعود الٰی مکۃ فلما اتی جمعا صلی الصلوتین کل واحدۃ منھما باذان واقامۃ ولم یصل بینھما. (طحاوی ج۱ ص۴۲۳، باب الجمع بین الصلوٰتین بجمع کیف ھو)

عبدالرحمٰن بن یزید سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نکلا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ کی طرف تو دو نمازیں پڑھیں یہ دونوں ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ ادا کی گئی اور ان دو نمازوں کے درمیان اور کوئی نماز نہیں پڑھی۔

صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز ایک اقامت کے ساتھ پڑھائی۔ (مسلم کتاب الحج)

(٦٥)...... جو آدمی حج کی قربانی نہ کر سکے تو وہ روزے رکھے۔ تین روزوں کے بعد بقایا روزے بھی حج کے بعد مکے میں ہی رکھ سکتا ہے گھر آ کر رکھنے ضروری نہیں

قرآن مجید میں ہے:

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

پھر جو شخص نہ پائے قربانی تو روزے رکھنے ہیں تین دن کے حج کے دنوں میں اور سات جب تم لوٹ آؤ یہ دس ہیں پورے۔ (البقرہ:۱۹۶)

مسئلہ کی وضاحت:

مسئلہ یہ ہے کہ اگر قارن حج سے فراغت کے بعد مکہ ہی میں ٹھہرا رہے اور فوراً اپنے وطن واپس نہ جائے اور مکہ میں رہ کر بقایا سات روزے رکھ لے تو ہمارے یہاں یہ جائز ہے اور اس کے روزے ادا ہو جائیں گے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ ایام تشریق گزر جانے کے بعد روزے رکھے کیوں کہ ایام تشریق میں روزے رکھنا ممنوع ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں رَجَعْتُمْ فَرَغْتُمْ کے معنی میں ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم حج سے فارغ ہو جاؤ تو سات روزے رکھو۔ خواہ فراغت کے بعد مکہ میں رہو یا مکے سے اپنے وطن واپس ہو جاؤ۔ کیوں کہ حج سے فارغ ہونا اپنے اہل کی طرف واپس لوٹنے کا سبب ہے لہٰذا فراغت حج کے بعد اگر اہل کی طرف واپس ہوئے بغیر کوئی شخص روزے رکھ لے گا تو بھی اس کا روزہ ادا ہو جائے گا کیوں کہ یہ ادائیگی سبب کے بعد متحقق ہوئی ہے اور وجودِ سبب کے بعد پائی جانے والی ادائیگی معتبر ہوتی ہے لہٰذا یہ بھی معتبر ہوگی۔

(احسن الہدایہ جلد ۳ ص ۳۶۱)

(٦٦)...... اندھے پر حج واجب نہیں

ہدایہ میں ہے:

مسئلہ' اور نابینا جب کوئی ایسا شخص پائے جو اس کے سفر کی مشقت کو کفایت کرے اور توشہ اور سواری بھی پائے تو اس پر حج واجب نہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک برخلاف صاحبین کے۔

فقہ حنفی میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے جس میں ایسے اندھے پر حج کو واجب کیا گیا ہے جس میں شرائط حج پائی جائیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک دوسرا قول بھی مروی ہے جس کی روایت ان کے شاگرد امام حسن بن زیاد نے کی ہے۔

(دیکھئے فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۳۴، فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۲ ص ۴۲۹۔۴۳۰)

ہدایہ کی اس عبارت کی تشریح میں مولانا محمد حنیف گنگوہی لکھتے ہیں:

اگر نابینا آدمی کو کوئی ایسا شخص میسر ہو جو اس کو سفر میں سواری پر چڑھائے اتارے اور اس کا ہاتھ تھام کر افعال حج ادا کرائے اور وہ نابینا زاد و راحلہ بھی پائے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور قول میں اس پر حج واجب نہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی یہی ہے۔ لیکن حاکم شہید (حنفی) نے المنتقیٰ میں ذکر کیا ہے کہ اس پر حج لازم ہے۔ (غاية السعاية فتح القدير ج۲ ص ۳۲۶، بدائع الصنائع ج۲ ص ۱۲۲ میں تفصیل دیکھ لی جائے) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جو قول صاحب ہدایہ نے نقل کیا ہے وہ بھی دلیل پر مبنی ہے مگر زیادہ بہتر بات وہی ہے جس پر عمل اور فتویٰ ہے لہٰذا فقہ حنفی کا یہ مسئلہ قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔

(۶۷)......عمرہ کرنا مستحب ہے

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْعُمْرَةِ أَوَاجِبَةٌ هِيَ قَالَ لَا وَأَنْ تَعْتَمِرُوا هُوَ أَفْضَلُ

(ترمذی، باب ماجاء فی العمرة اواجبة هی ام لا، ج۱ ص۱۵۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کیا عمرہ واجب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ البتہ تم عمرہ کرو یہ افضل ہے۔

(۶۸)......مردے کے ذمہ اگر فرض حج رہتا ہو تو اس کے ورثا پر قضا کرنا مستحب ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَلَمْ تَحُجَّ أَفَأَحُجُّ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا

(ترمذی باب ما جاء فی الحج عن الشیخ الکبیر والمیت ج۱ ص۱۵۵)

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس نے کہا میری والدہ فوت ہوگئی اور اس نے حج نہیں کیا کیا میں اس کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اس کی طرف سے حج کرو۔

(۶۹)......اسلام لانے کے بعد پہلی چار بیویاں رکھنا

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ شریعت میں صرف چار بیویوں کے ساتھ نکاح کی اجازت ہے چنانچہ پہلی چار بیویوں کے بعد پانچویں کے ساتھ نکاح منعقد نہیں ہوتا اس لیے اگر کوئی آدمی اس حالت میں اسلام قبول کرے کہ اس کے پاس چار سے زائد بیویاں ہوں تو اسے یہ اختیار نہیں کہ ان میں سے اپنی پسند کی چار کو رکھ کر باقی کو چھوڑ دے، بلکہ پہلی چار اس کے نکاح میں رہیں گی اور باقی کو چھوڑنا ہوگا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ پہلی چار عورتوں کا نکاح جائز ہے اور باقی کا باطل ہے۔ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔ (موطا امام محمد مترجم ص ۴۲۹)

یہ مسلک جو ہم نے ذکر کیا ہے امام صاحب کا ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک جو موطا میں انہوں نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اسی پر ہمارا عمل ہے کہ ان میں سے جن چار کو چاہے روک لے اور باقی کو الگ کردے۔

(موطا امام محمد باب الرجل یکون عندہ اکثر من اربع نسوۃ فیرید ان یتزوج)

اکثر حنفی علماء نے امام محمد ہی کے قول کو ترجیح دی ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ امام صاحب کا نظریہ بھی قرآن وحدیث کے مطابق ہے لہٰذا کسی بھی قول کو لیا جائے فقہ حنفی کا یہ مسلہ کسی طرح بھی حدیث کے خلاف نہیں جاتا۔

(۷۰)......اگر کسی کافر نے دو سگی بہنوں سے نکاح کیا ہوا ہو تو مسلمان ہونے کے بعد پہلی رکھ لے

امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر اس شخص نے ان دو بہنوں سے ایک ساتھ عقد کیا تھا۔

(جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں مشرک لوگ دو بہنوں سے اکٹھا نکاح کر لیتے تھے) تو اس صورت میں اس کے لیے ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی اپنے نکاح میں برقرار رکھنا جائز نہیں ہو گا۔ (کیوں کہ دو بہنوں کو اکٹھا رکھنا ہماری شریعت میں منع ہے)

ہاں اگر اس نے ان دونوں سے آگے پیچھے عقد کیا تھا تو ان میں سے اس ایک کو اپنے نکاح میں برقرار رکھنا جائز ہوگا جس سے اس نے پہلے نکاح کیا تھا۔ جس سے بعد میں نکاح کیا تھا اس کو کسی صورت میں بھی اپنے نکاح میں برقرار رکھنا جائز نہیں ہوگا۔

(مظاهر حق شرح مشکوٰۃ باب المحرمات فصل ثانی جلد نمبر۳ ص۴۳۱)

اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ میں دو بہنوں کو اکھٹا نکاح میں رکھنا منع ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس کا دوسرا نکاح خود بخود فسخ ہو جائے گا۔

(۱۷)......کافرہ ذمیہ کے ساتھ دو ذمی کافر گواہ رکھ کر نکاح کرنا جائز ہے

ہدایہ کی اس عبارت میں ذمیہ سے مراد نصرانیہ اور یہودیہ عورت ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ مسلمان نے یہودیہ یا نصرانیہ سے شادی کی دو یہودی یا دو نصرانی کی گواہی سے۔ تو شیخین (امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف) کے نزدیک نکاح ہو جائے گا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ذمی مسلمان کے نقصان کے لیے گواہی دینا تو قابل قبول نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَلَنْ يَّجْعَلَ اللهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلاً ترجمہ: اور ہرگز نہیں بنائے گا اللہ کافروں کے لیے مومنوں پر کوئی راہ غلبے کی۔ (النساء ۱۴۱)

اس آیت میں ہے کہ کافر کو مسلمان پر کوئی راستہ نہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ نقصان دینے کے لیے گواہی دے تو قابل قبول نہیں لیکن مسلمان کے فائدے کے لیے گواہی دے تو مقبول ہے اور اس مسئلے میں یہودیہ یا نصرانیہ عورت کا جسم مسلمان کے قبضے میں آ رہا ہے جو مسلمان کے فائدے کی چیز ہے اس لیے یہ گواہی مقبول ہوگی۔ گویا کہ ذمی نے ذمیہ کے لیے گواہی دی اور ذمی ذمی کے خلاف گواہی دے تو یہ مقبول ہے۔ اس لیے ذمیہ کے نکاح میں دو ذمی گواہ بن جائیں تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔

حدیث میں ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب کی ایک دوسرے پر شہادت جائز قرار دی ہے۔

(سنن ابن ماجه ابواب الشهادات باب شهادة اهل الكتاب بعضهم على بعض)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب بعض بعض کے خلاف گواہی دے سکتا ہے اور اس صورت میں ذمیہ کے خلاف گواہی دینا ہوا اس لیے گواہ بننا جائز ہوگا۔

(شرح ثميرى على المختصر للقدورى كتاب النكاح ج۲ ص۸)

(۷۲)......نکاح میں کفو کا اعتبار

حدیث نمبر۱:

عن علي رضى الله عنه رفعه ثلاث لا تؤخر الصلاة إذا آنت والجنازة إذا حضرت والأيم إذا وجدت لها كفوًا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے۔ فرمایا تین کاموں میں دیر نہ کرو نماز جب اس کا وقت ہو جائے اور جنازہ جب وہ حاضر ہو اور کنواری لڑکی جب اس کے جوڑ کا رشتہ دستیاب ہو۔

(امام سیوطی نے اس کو حسن کہا ہے (الجامع الصغیر ج۱ ص۱۱۸، اور حاکم اور ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے کمافی المستدرک ج۲ ص۱۶۲)

حدیث نمبر۲:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَخَيَّرُوا لِنُطَفِكُمْ وَانْكِحُوا الْأَكْفَاءَ وَأَنْكِحُوا اِيَّاهُمْ.

(رواہ ابن ماجہ، باب الاکفاء، ص۱۴۲۔ فتح الباری ۹/ ۱۰۷۔ کنز العمال ۸/ ۳۴۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے نطفوں کے لیے عورتیں پسند کرو۔ نکاح کفو میں کرو اور بیواؤں کے نکاح کرو۔

(۷۳)......طلاق مکرہ واقع ہو جاتی ہے

حدیث نمبر۱:

عن صفوان بن غزوان الطائي ان رجلا كان نائمًا فقامت امرأته

فاخذت سكينا فجلست على صدره فوضعت السكين على حلقه فقالت لتطلقني ثلاثا اولاذبحنك فناشدها الله فابت فطلقها ثلاثًا ثم اتى النبى صلى الله عليه وسلم فذكر له ذلك فقال لا قيلولة فى الطلاق.

(المحلى (فى الطلاق) ۱۰ص۲۰۳بحوالہ نصب الرایہ۴/۲۲۲)

حضرت صفوان بن غزوان الطائی سے روایت ہے کہ ایک آدمی سویا ہوا تھا اس کی بیوی اٹھی اور اس نے چھری پکڑی اور اپنے خاوند کے سینے پر بیٹھ گئی اور چھری اس کے حلق پر رکھ دی اور کہنے لگی مجھے تین طلاقیں دو ورنہ میں تجھے ذبح کر دوں گی۔ تو اس کے خاوند نے اس کو اللہ کا وسطہ دیا لیکن اس کی بیوی نے انکار کر دیا تو اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی پھر وہ آدمی آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور سارا معاملہ آپ ﷺ کے سامنے بیان کر دیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ طلاق میں کوئی قیلولہ نہیں ہے۔

حدیث نمبر۲:

اخرج عبدالرزاق فى مصنفه عن ابن عمر انه اجاز طلاق المكرة

حضرت عبداللہ بن عمر مکرہ کی طلاق کو جائز قرار دیتے تھے۔

(الجوهر النقى فى الرد على البيهقى ۷/ ۳۵۸بحوالہ نصب الرایہ۴/۲۲۲)

(۷۴)......طلاق کو نکاح کے ساتھ معلق کرنا

حدیث نمبر۱:

ایک آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں جس عورت سے بھی نکاں کرو، اسے تین طلاق ہو جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم نے نکاح کیا تو طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ (مصنف عبدالرزاق ج۶ص۴۲۰، ۴۲۱)

حدیث نمبر۲:

ایک آدمی نے کہا کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو وہ میرے لیے میری ماں کی طرح حرام ہوگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے حکم دیا کہ اگر اس نے اس عورت سے نکاح کیا تو ظہار کا کفارہ دیئے بغیر ہرگز اس کے قریب نہ جائے۔ (مؤطا امام مالک ص۵۱۵)

حدیث نمبر۳:

اسود بن یزید کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے کہا اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق اور پھر بعد میں اس عورت سے نکاح کر لیا جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ عورت کو طلاق ہو چکی ہے لہٰذا اب اسے دوبارہ نکاح کا پیغام دو۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۴۲۱)

حدیث نمبر۴:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر کسی آدمی نے یوں کہا کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق ہو تو نکاح کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی اور جتنی طلاقیں ایک یا دو تین کہی ہوں گی اتنی ہی واقع ہو جائیں گی۔ (مؤطا امام محمد ص ۲۵۴)

(۷۵)......غلام کو آزاد کرنے کی نذر ماننا جب کہ غلام اس کے پاس نہ ہو

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی اگر نکاح سے پہلے حالت نکاح کی طرف نسبت کیے بغیر کسی عورت کو طلاق دے مثلاً یہ کہے کہ میں نے فلاں عورت کو طلاق دی تو نکاح کے بعد اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی اور وہ عورت بدستور اس کے نکاح میں رہے گی۔ کیوں کہ جس وقت اس نے اس عورت کو طلاق دی تھی اس وقت یہ عورت طلاق کا محل نہیں تھی۔ اس لیے اس کا کلام لغو ہو گیا۔ اور اگر آدمی نکاح سے پہلے طلاق دے لیکن اس کی نیت حالت نکاح کی طرف کرے مثلاً یہ کہے کہ اگر میں نے نکاح کیا تو میری بیوی کو طلاق تو ایسی صورت میں نکاح کے بعد بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ صورت پہلی صورت سے مختلف ہے۔

امام مالک کی راجح روایت بھی یہی ہے کہ اگر غیر منکوحہ عورت یا غیر مملوک غلام یا باندی کو متعین کر کے بات کہی یا اس کی نسبت کسی قبیلہ کی طرف کر دی یا کسی مکان یا زمان کی طرف کر دی تو طلاق اور عتاق درست ہیں اور بات کو عام رکھا تو نہ طلاق واقعہ ہوگی اور نہ عتاق۔

(اوجز المسالک شرح موطا امام مالک از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی ج ۱۰ ص ۲۱۷)

امام صاحب کا استدلال مندرجہ ذیل آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہے۔

(۱)......ایک آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں جس عورت سے بھی نکاح کروں اسے تین طلاقیں ہو جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم نے نکاح کیا تو طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۲۰۔۴۲۱)

(۲)......سعید بن عمرو نے قاسم بن محمد سے اس آدمی کے متعلق پوچھا جس نے کہا تھا کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق۔ قاسم نے کہا کہ ایک شخص نے کہا تھا اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو وہ مجھ پر میری ماں کی پشت کی مانند ہوگی تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اسے حکم دیا تھا کہ اگر وہ اس سے نکاح کرے تو ظہار والے کا کفارہ ادا کیے بغیر اس کے قریب نہ جائے۔ (موطا امام مالک کتاب الطلاق، باب ظهار الحر، ص ۵۱۵)

(۳)......امام مالک نے ہمیں خبر دی سعید بن عمرو بن سلیم رزقی سے انہوں نے قاسم بن محمد سے کہ ایک شخص نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ میں نے یوں کہا اگر میں فلاں عورت سے شادی کروں تو وہ میری ماں کی پشت کی طرح ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اگر تم نے اس سے نکاح کر لیا ہے تو جب تک کفارہ ادا نہ کر دو اس کے قریب نہ جاؤ۔

امام محمد فرماتے ہیں اسی پر ہمارا عمل ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے اگر اس سے شادی کر لی تو گویا اس سے ظہار ہوگا۔ اور جب تک کفارہ ادا نہ کر دے اس کے قریب نہ جائے۔

(موطا امام محمد مترجم ص ۲۹۱)

(۴)......امام مالک نے ہمیں خبر دی ہم سے روایت کیا مُجبر نے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا جب کوئی شخص یہ کہے کہ میں فلاں سے نکاح کروں تو اس پر طلاق ہو جائے تو وہ جب نکاح کرے گا تو اس کو اتنی ہی طلاقیں ہوں گی جتنا اس نے ارادہ کیا تھا کہ اس کو ایک، دو یا تین طلاقیں ہوں تو اسی قدر ہوں جتنی اس نے کہی تھیں۔ امام محمد کہتے ہیں اسی پر ہمارا عمل ہے یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ (موطا امام محمد مترجم ص ۲۹۱)

(۵)......حضرت الاسود بن یزید نے ایک عورت کے بارے میں جس کا ان سے تذکرہ کیا گیا تھا یہ فرمایا کہ اگر میں نے اس سے شادی کی تو اسے طلاق ہے۔

اسود نے اس تعلیق کو کچھ نہ سمجھا اہل حجاز سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بھی

اسے کالعدم قرار دیا کچھ نہ سمجھا چنانچہ انہوں نے اس سے شادی کر لی دخول بھی کر لیا پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے یہ حکم دیا کہ وہ اس عورت کو یہ بتلا دیں کہ وہ اپنے نفس کی زیادہ مالک ہے۔

امام محمد نے فرمایا ہم عبداللہ بن مسعود کے قول کو اختیار کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ عورت کو مہر ملے گا آدھا تو اس کا جس پر اس سے شادی کی تھی اور اس جیسی عورتوں والا مہر جو اسے دخول کے عوض ملے گا۔ یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار امام محمد مترجم ص ۳۷۹، مصنف عبدالرزاق ۱۱۴۷۰)

یہ ہی بات حضرت شعبی زہری مکحول اور سالم بن عبداللہ سے مروی ہے یہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ اپنے نفس کی مالک ہے یعنی اسے طلاق واقع ہو گئی ہے۔

(المختار شرح کتاب الآثار ص ۳۷۹، ۳۸۰)

(۶)...... مالک کو خبر پہنچی ہے کہ عمر بن الخطاب، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم، سالم بن عبداللہ، قاسم بن محمد، ابن شہاب اور سلیمان بن یسار رحمہم اللہ کہتے تھے کہ جب مرد کسی عورت سے نکاح کرنے سے قبل اس کی طلاق کی قسم کھائے اور پھر قسم توڑ دے۔ تو جب اس سے نکاح کرے گا یہ طلاق اس پر لازم ہو گی۔

(موطا امام مالك، باب يمين الرجل بطلاق مالم ينكح)

(۷)......عن معمر عن الزهری فی رجل قال كل امرأة أتزوجها فهي طالق وكل أمة أشتريها فهي حرة قال هو كما قال قال معمر فقلت اويس قد جاء عن بعضهم انه قال لا طلاق قبل النكاح ولا عتاقة الا بعد الملك قال انما ذلك ان يقول الرجل امرأة فلان طالق وعبد فلان حر.

معمر نے زہری سے روایت کی ہے ایسے آدمی کے بارے میں جس نے کہا ہر وہ عورت جس میں شادی کروں تو اسے طلاق اور ہر لونڈی (غلام) جسے میں خریدوں تو وہ آزاد ہے۔ جیسا اس نے کہا ویسے ہی ہوا، معمر کہتے ہیں میں نے اویس سے کہا کہ بعض کے نزدیک نکاح سے پہلے طلاق نہیں اور آزادی ملکیت میں آجانے کے بعد ہے۔ انہوں نے کہا بے شک یہ

اس صورت میں ہے کہ آدمی کہے فلاں عورت کو طلاق ہے اور فلاں غلام آزاد ہے۔

اسی طرح اگر عتق کو منسوب الی الملک کیا جائے اور کہا جائے ان ملکتك فانت حر یا منسوب الی سبب الملک کیا جائے اور کہا جائے ان اشتریتك فانت حر تو یہ تعلیق حنفیہ کے نزدیک درست ہے۔ اس اصولی مسئلہ کی تفصیل کے لیے دیکھئے:

(نور الانوار ص ۱۵۷ مبحث الوجوہ الفاسدۃ الوجہ الثانی)

(۸)...... امام ترمذی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں اور مروی ہے ابن مسعود سے کہ انہوں نے کہا اگر کسی قبیلہ یا شہر کی طرف نسبت کر کے کہے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ مثلاً اگر کہے کہ فلانے قبیلہ یا فلانے شہر کی فلانی عورت سے اگر نکاح کروں تو اس پر طلاق ہے۔ تو اس پر طلاق واقع ہوتی ہے یعنی بعد نکاح کے۔

(ترمذی ج ۱ ص ۲۲۳، ابواب الطلاق باب ما جاء لا طلاق قبل النکاح)

اس قول کے پیش نظر حنفیہ کا سوال یہ ہے کہ منسوبہ پر طلاق واقع ہونے کی علت کیا ہے۔ ظاہر ہے اس کا متعین ہونا تو علت نہیں بن سکتا، وقوع طلاق کی علت یہ ہے کہ جس وقت اس پر طلاق ہوگی اس وقت وہ منکوحہ بن چکی ہوگی۔ یہ علت غیر منسوبہ میں بھی موجود ہے۔ لہٰذا اس میں بھی طلاق واقع ہونی چاہیے۔

(۷۶)...... نکاح میں شرط لگانا

اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دے دے تو وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں رہتی۔ اس کی صرف ایک صورت ہے کہ یہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنے کے بعد اس سے ہم بستری بھی کرے خالی نکاح کافی نہیں اور پھر اس سے بھی اگر طلاق مل جائے یا وہ وفات پا جائے تو اب پہلے شوہر کے ساتھ (عدت کے بعد) اس کا دوبارہ نکاح کرنا حلال ہے۔

لیکن پہلے شوہر سے طلاق ملنے کے بعد کسی دوسرے آدمی سے اس نیت (شرط) کے ساتھ نکاح کرنا کہ اس سے ہم بستری کر کے طلاق لے لے گی اور پھر پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کرے گی، شریعت کی رو سے بالکل حرام ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا

کرنے والے اور کرانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (ترمذی ج اص ۱۸۰)

اس فعل کی حرمت مسلم ہونے کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی مرد وعورت نے اس شرط کے ساتھ نکاح کر لیا تو کیا ان کا نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں؟

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کو اس فعل کا گناہ ہونے کے باوجود چونکہ ان کا یہ نکاح اپنی شرائط کے مطابق ہوا ہے۔ اس لیے یہ نکاح درست ہے۔ مگر ہوگا پھر بھی مکروہ۔ اور اگر یہ آدمی اس عورت کو اپنے پاس رکھنا چاہے تو درست ہے۔ اس پر شرط پوری کرنا ضروری نہیں۔

گویا امام صاحب حلالہ کے عمل کو حرام اور باعث گناہ مانتے ہوئے نکاح کو درست اور موثر مانتے ہیں۔ اور اس کے لیے ان کا استدلال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے سے ہے۔

(۱) امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کی تہذیب الآثار میں روایت ہے کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ پھر ایک آدمی سے کہا کہ وہ اس کی بیوی سے نکاح کر کے اس کو اس کے لیے حلال کر دے۔ اس آدمی نے نکاح کے بعد عورت کو طلاق دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب مقدمہ گیا تو انہوں نے اس کے نکاح کو درست قرار دیا اور اس آدمی کو اجازت دی کہ وہ اس عورت کو اپنے پاس رکھے۔ (کنز العمال ج۹ ص۷۰۴)

(۲) امام شافعی کی کتاب الام اور سنن بیہقی، مصنف عبدالرزاق میں روایت ہے کہ ایک عورت کو اس کے خاوند نے تین طلاقیں دے دیں پھر ایک آدمی سے رابطہ کیا گیا کہ وہ اس عورت سے نکاح کر کے اس کو حلال کر دے۔ جب نکاح ہو گیا تو اس عورت نے اس آدمی سے کہا کہ اب تم مجھے طلاق نہ دینا جب صبح ہوئی تو اس آدمی نے طلاق دینے سے انکار کر دیا۔ معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اسے حکم دیا کہ وہ اس عورت کے ساتھ نکاح کو برقرار رکھے اور اس کو طلاق نہ دے نیز اس کو دھمکی دی کہ اگر اس نے طلاق دی تو اسے سزا دی جائے گی۔ (مصنف عبدالرزاق ج۶ ص۲۶۷)

ان روایات سے فقہ حنفی کی تائید ہوتی ہے۔

(۷۷)......طلاق رجعی یا طلاق بائن میں عورت کو خاوند کے گھر سے نکلنا جائز نہیں

فقہ حنفی کا یہ مسئلہ قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق ہے لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ (الطلاق: ۱) نہ تم نکالو انہیں ان کے گھروں سے اور نہ وہ خود نکلیں۔

حافظ صلاح الدین یوسف اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(۴) یعنی طلاق دیتے ہی عورت کو اپنے گھر سے مت نکالو، بلکہ عدت تک اسے گھر میں ہی رہنے دو، اور اس وقت تک رہائش اور نان ونفقہ تمہاری ذمے داری ہے۔

(۵) یعنی عدت کے دوران خود عورت بھی گھر سے باہر نکلنے سے احتراز کرے، الا یہ کہ کوئی بہت ہی ضروری معاملہ ہو۔ (سعودی قرآن مترجم ص ۱۵۹۰)

مسئلہ کی وضاحت:

ایک عدت ہوتی ہے طلاق کے بعد اور ایک ہوتی ہے خاوند کی وفات کے بعد۔ طلاق کی عدت میں عورت مزدوری کے لیے گھر سے باہر نہیں جاسکتی کیوں کہ اس کا خرچہ طلاق دینے والے خاوند کے ذمہ ہے اسے مزدوری کی حاجت نہیں۔ ہاں کسی شرعی مجبوری میں نکلنا درست ہے۔ بشرطیکہ رات گھر میں آ کر گزارے۔ رہی عدت وفات تو اس میں عورت کسی مجبوری کی بنا پر مزدوری کے لیے دن میں باہر جاسکتی ہے رات گھر میں گزارے کیوں کہ اس عدت میں خرچہ خاوند کے ذمہ نہیں۔ فقہ حنفی کا مسئلہ قرآن وسنت کے عین مطابق ہے۔

(۷۸)......عدت میں عورت کو عصب استعمال کرنا جائز نہیں

لفظ عصب کی شرح میں شارحین کا اختلاف ہے۔ (۱) مرقات میں ہے کہ عصب ایک گھاس ہے جو عموماً یمن میں پیدا ہوتی ہے اس کا رنگ مائل بہ سیاہی ہوتا ہے اس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں جس سے پھیکا سیاہ رنگ ہوتا ہے یعنی بھکنا۔

(۲) اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ ولمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی فرماتے ہیں کہ عصب وہ کپڑا ہے جس کا سوت

رنگ لیا جائے بعد میں بُنا جائے ایسے رنگین کپڑے زینت میں داخل نہیں ہوتے بننے کے بعد رنگنا زینت ہے۔

(۳) ظفر المبین جدید حصہ دوم ص ۱۴۲ میں ہے۔ یہ عصب ایک قسم کا درخت ہوتا ہے اس سے کپڑے رنگ کرتے ہیں۔

(۴) مظاہر حق شرح مشکوۃ ص ۴۳۴ ج ۳ میں ہے۔

''عصب'' اس زمانہ میں ایک خاص قسم کی چادر کو کہتے تھے جو اس طور پر بنی جاتی تھی کہ پہلے سوت کو جمع کر کے ایک جگہ باندھ لیتے تھے پھر اس کو کسم میں رنگتے تھے اور اس کے بعد اس کو بنتے تھے۔ چنانچہ وہ سرخ رنگ کی ایک چادر ہو جاتی تھی جس میں سفید دھاریاں بھی ہوتی تھیں کیوں کہ سوت کو باندھ کر رنگنے کی وجہ سے سوت کا وہ حصہ سفید رہ جاتا تھا جو بندھا ہوا ہوتا تھا۔

ان اختلافات کی وجہ سے بطور احتیاط کے کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رنگے ہوئے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے ہمارے بعض فقہائے کرام نے بھی عصب کا استعمال ممنوع قرار دیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن ہمام حنفی یہ فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء (حنفیہ) کے نزدیک عدت والی عورت کو عصب کا پہننا بھی درست نہیں ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عدت والی عورت کو عصب پہننا جائز ہے۔ خواہ وہ موٹا ہو یا مہین ہو۔ جب کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مہین عصب کو پہننے سے منع کرتے ہیں موٹے عصب کو منع نہیں کرتے۔ (مظاہر حق جلد سوم ص ۴۳۴)

(۵) بعض شارحین نے عصب کا ترجمہ کیا ہے بناوٹی رنگین کپڑے رنگین بنے ہوئے کپڑے پہن سکتی ہے۔ (شرح مسلم جلد نمبر ۳ ص ۱۱۳۱)

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان حنفی لکھتے ہیں:

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عراق اور کوفہ وغیرہ میں ثوب عصب کی ترقی یافتہ شکل تیار ہو گئی تھی اور زینت کے مواقع میں اس کا استعمال کیا جاتا تھا۔ اس لیے ہمارے فقہاء نے اپنے زمانے اور علاقے کے عرف کے مطابق معتدہ کے لیے اس کا استعمال ممنوع قرار دیا۔ حدیث میں ثوب عصب کی اجازت دی گئی ہے کہ اس وقت وہ ایک سادہ کپڑا شمار ہوتا تھا اور زینت کے لیے استعمال نہیں کیا جاتا تھا۔ (کشف الباری کتاب الطلاق صفحہ ۵۸۷۔۵۸۹)

(۷۹)......دو شریکوں کے غلام کو اگر ایک شریک اپنا حصہ آزاد کر دے تو وہ حصہ آزاد ہے

اگر کوئی غلام مشترک ہو مثلاً دو شخص زید اور بکر مشترک طور پر ایک غلام کے مالک ہوں اور ان میں کا ایک شریک مثلاً زید اپنا حصہ آزاد کر دے تو دوسرا کیا کرے۔ چنانچہ اس بارے میں جزوی آزادی (یعنی ایک غلام کا مثلاً آدھا حصہ آزاد ہو جائے اور آدھا حصہ غلام ہی رہے) معتبر ہے یا نہیں۔ اس بارے میں خود حنفیہ کے ہاں مختلف اقوال ہیں۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو یہ فرماتے ہیں کہ جزوی آزادی معتبر ہے لیکن صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد کا قول یہ ہے کہ جزوی آزادی معتبر نہیں ہے۔ اختلاف کی وجہ اس مسئلہ سے متعلق روایات کا مختلف ہونا ہے۔ اکثر فقہاء احناف کا میلان امام اعظم کے قول کی طرف ہی ہے۔

امام ابو حنیفہ کا قاعدہ یہ ہے کہ آقا نے جتنا غلام آزاد کیا اتنا ہی آزاد ہوگا اور جتنا حصہ آزاد نہیں کیا اتنا حصہ غلامیت میں رہے گا کیوں کہ آقا کی چیز ہے اس لیے جتنا روکنا چاہے وہ روک سکتا ہے۔

حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے غلام میں اپنے حصہ کو آزاد کر دیا پس اس کے پاس اتنا مال تھا جو غلام کی قیمت کو پہنچ جائے تو کسی نیک شخص سے غلام کی قیمت لگوائی جائے گی پھر اس غلام کے شرکاء کو ان کے حصے دیئے جائیں گے اور اس غلام کو آزاد کر دیا جائے گا ورنہ اس غلام کا اتنا حصہ آزاد کیا جائے گا۔ جتنا حصہ اس شخص نے آزاد کیا تھا۔ (بخاری کتاب الرہن)

اس حدیث میں یہ ہے کہ اگر آزاد کرنے والے کے پاس باقی غلام کی قیمت نہ ہو تو اتنا ہی آزاد ہو گیا جتنا آزاد ہوا۔ دوسرے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غلام کی آزادگی میں حصہ اور تجزی ہو سکتا ہے اس لیے آقا نے جتنا آزاد کیا اتنا ہی آزاد ہوگا۔ اور اپنا باقی حصہ غلام سعی کر کے آقا کو ادا کرے گا۔

حدیث:

اسماعیل بن امیہ نے فرمایا کہ ان کے پاس غلام تھا جس کا نام طہمان تھا یا ذکوان تھا۔ پس اس کے دادا نے آدھا آزاد کیا پس غلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنا آزاد کیا آزاد ہوگا۔ اور جتنا غلام رکھا اتنا غلام رہے گا۔ فرماتے ہیں کہ وہ موت تک اپنے آقا کی خدمت کرتا تھا۔

(سنن الکبریٰ بیہقی ج نمبر ۱۰ص ۲۶۳، مصنف عبدالرزاق ج ۹ص ۱۴۹، حدیث نمبر ۱۶۷۰۵)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ جتنا آزاد کیا اتنا ہی آزاد ہوگا۔

(۸۰)......جانور کے بدلے گوشت بیچنا جائز ہے

وقال اللہ تعالیٰ وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ (البقرہ:۲۷۵)

اور اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار دیا ہے۔

یہ مطلق ہے اور اس میں عموم ہے۔ اور دوسری یہاں قدر اور جنس بھی ایک نہیں ہے کیوں کہ گوشت موزونی ہے اور زندہ جانور غیر موزونی ہے۔ لہٰذا اس کی بیشی جائز ہوگی لیکن یداًبید ہوگی۔

اور قاضی شوکانی نیل الاوطار جلد ۵ص ۲۱۶ میں امام صاحب کا یہی مذہب نقل کرتے ہیں۔

(۸۱)......ایک حیوان کو دو حیوانوں کے بدلہ بیچنا

حدیث نمبر ۱:

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحیوان اثنین بواحد لا یصلح نسیئًا ولا بأس بہ یدًا بیدٍ. (اعلاء السنن ج ۱۴ص ۳۷۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک جانور کو دو جانوروں کے بدلے میں بیچنا یہ ادھار درست نہیں اور اگر نقد ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۲:

عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یدی بأسا بیع الحیوان بالحیوان اثنین بواحد ویکرھہ نسیئۃ (اعلاء السنن ج ۱۴ص ۳۷۰)

کہ نبی علیہ السلام کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے ایک حیوان کو دو حیوان کے بدلے میں بیچنے میں (اگر نقد ہو) اور اگر ادھار ہونا پسند سمجھتے تھے۔

(۸۲)......حیوان میں بیع سلم جائز نہیں

حدیث:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ السَّلَفِ فِي الْحَيَوَانِ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جانور کے عوض میں) جانور کی بیع سلف (ادھار سودے) سے منع کیا ہے۔

(سنن دار قطنی کتاب البیوع جلد سوم، مستدرك حاکم فی البیوع، طحاوی ج۲ ص۱۸۹)

حدیث:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کو جانور کے بدلے ادھار بیچنے سے منع فرمایا۔ (ترمذی ص۱۹۸، ابواب البیوع)

حدیث:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک جانور کے بدلے دو جانور ادھار بیچنا صحیح نہیں ہے۔ البتہ دست بدست بیچنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (ترمذی ابواب البیوع ص۱۹۹)

حدیث:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا فروخت کرنے سے جانور کے بعوض جانور کے ادھار۔

(طحاوی کتاب البیوع باب استقواض الحیوان)

(۸۳)......مسلمان کو کافر ذمی کے بدلے قتل کیا جائے گا

حدیث نمبرا:

عن ابن عمر أن رسول الله صلی الله علیه و سلم قتل مسلما بمعاهد

(دار قطنی فی الحدود ص۳۴۵ بحوالہ نصب الرایہ ج۴ ص۳۳۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو معاہد (ذمی) کے بدلے میں قتل کیا۔

حدیث نمبر۲:

عن عبدالرحمٰن لبیلیانی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتی برجل من المسلمین قتل معاھدً من اھل الذمۃ فقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فغرب عنقہ وقال انا اولی من اوفی بذمتہ۔

(نصب الرایہ فی تخریج احادیث ہدایہ ج۴ ص۳۳۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مسلمان آدمی کو لایا گیا جس نے ذمی کو قتل کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف بڑھے اور اس کی گردن ماردی اور فرمایا میں زیادہ حق دار اس کی (حفاظت) کا جس نے اپنے ذمہ کو پورا کیا۔

حدیث نمبر۳:

عن عبد اللہ بن عبد العزیز بن صالح الحضرمی قال قتل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم حنین مسلما بکافر وقال انا اولی او احق من اوفٰی بذمتہٖ (نصب الرایہ ج۴ ص۳۳۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے دن مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل کیا اور فرمایا کہ میں زیادہ اولیٰ یا حق دار ہو اس کی (حفاظت) کا جس نے اپنے ذمہ کو پورا کیا۔

(۸۴)......گوہ کھانا مکروہ ہے

حدیث نمبر۱:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ قَالَ اُکِلَ الضَّبُّ عَلٰی مَائِدَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِنَّمَا تَرَکَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَقَذُّرًا (ترمذی ج۲ ص۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی علیہ السلام کے دسترخوان پر گوہ کھائی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا (یعنی نہیں کھایا) اس کی پلیدگی کی وجہ سے۔

حدیث نمبر۲:

عن عائشة انه اهدی لها ضب فاتاها رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فسالته فنهاها عنه امی عن اکله فجاء ت سائلة فارادت ان تطعمها ایاه فقال رسول الله اتطعمینها ما لا تاکلین.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ان کے پاس ایک گوہ ہدیہ میں دی گئی۔ حضور علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گوہ کے کھانے کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کھانے سے منع فرمادیا۔ پھر ایک سوال کرنے والی خود حضرت عائشہ کے پاس آئی تو حضرت عائشہ نے ارادہ کیا کہ اس کو کھلا دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو اس کو وہ کھلاتی ہے جس کو تو خود نہیں کھاتی ہے۔ (ترمذی حاشیہ نمبر۶، ج۲ص۱)

عن علی بن ابی طالب انه نهی اکل الضب والضبع (حوالہ مذکوہ بالا)

حضرت علی رضی اللہ عنہ گوہ اور بجو کھانے سے منع کرتے تھے۔

(۸۵)......ناخن اور دانت سے ذبح کرنا درست ہے

عَن رافع بن خدیج قال قال رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کل یعنی ما انهر الدم الا السن والظفر.

(بخاری، باب لا یزکی بالسن والعظم والظفر، ج۲ص۸۲۷)

حضرت رافع بن خدیج سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ کھاؤ یعنی ہر اس چیز سے ذبح شدہ جس سے خون بہایا جاتا ہے مگر دانت اور ناخن سے ذبح شدہ نہ کھاؤ۔

تشریح:

اس مسئلہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر ناخن اور دانت جسم سے الگ ہوں تو ذبیحہ درست ہے اگر الگ نہ ہوں تو درست نہیں ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں ذکر ہوا۔

(۸۶)......مسافر پر قربانی جائز نہیں

حدیث:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو

گنجائش ہو اور قربانی نہ کرے تو ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔ (ابن ماجہ ص ۲۲۶)

اس حدیث میں قربانی کو اس شخص کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے جس کو گنجائش ہو، جب کہ مسافر حالت سفر میں خود محتاج ہوتا ہے اس لیے مسافر کو زکوۃ بھی دی جا سکتی ہے اگرچہ وہ اپنے گھر میں مال دار ہی کیوں نہ ہو۔

حدیث:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ جب سفر حج پر جاتے تو قربانی نہیں کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۸۲)

حدیث:

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) فرماتے ہیں کہ ہم یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب اور تلامذہ حج کے لیے جاتے تو سونا چاندی پاس ہونے کے باوجود اس لیے قربانی نہیں کرتے تھے کہ اپنے حج کے ارکان کی ادائیگی کے لیے فارغ رہیں۔ (محلی ابن حزم)

حدیث:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ مسافر پر قربانی نہیں۔ (محلی ابن حزم)

حدیث:

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ (تابعی کبیر) جو پانچ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کی زیارت و ملاقات سے مشرف تھے فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف حاجی اور مسافر کو قربانی نہ کرنے کی رخصت دیتے تھے۔

یہ تمام آثار امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے المحلی میں نقل کیے ہیں۔ ج ۷ ص ۳۵۹، ۳۷۵)

حدیث:

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب مقیم ہوتے تو قربانی کرتے تھے اور جب مسافر ہوتے تو قربانی نہیں کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۸۲)

(۸۷)......قاتل مقتول کے اسباب کا بغیر اجازتِ امام مستحق نہیں

حدیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اس دن یعنی حنین کے دن فرمایا کہ جو کسی کافر کو قتل کرے تو اس کافر کا سامان اسی کا ہو گا۔ چنانچہ اس دن ابوطلحہ نے بیس آدمی مارے اور ان کے سامان لیے۔

(سنن دارمی بحواله مشکوٰة باب قسمة الغنائم، فصل ثانی)

احناف کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا یہ حکم قانون شرعی نہیں ہے۔ اگر حاکم جہاد میں یہ اعلان کر دے تو مقتول کا سامان وغیرہ ملے گا ورنہ نہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان حاکم جہاد کی ہی حیثیت سے کیا تھا۔

(۸۸)...... بھاری چیز کے ساتھ قتل کرنے میں قصاص واجب نہیں ہوتا

ہدایہ کتاب الجنایات میں ہے:

فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں شبہ عمد یہ ہے کہ قاتل ایسی چیز سے مارنے کا قصد کرے جو نہ تو ہتھیار ہو اور نہ ہی ہتھیار کے قائم مقام ہو۔ حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر قاتل نے بھاری پتھر یا بھاری لکڑی سے مقتول کو مارا تو وہ عمد ہے۔

امام صاحب کی دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے۔

الا ان قتیل خطاء العمد قتیل السوط والعصا وفیه مائة من الابل. ''آگاہ ہو جاؤ شبہ عمد کا مقتول کوڑے اور لاٹھی کا مقتول ہے اور اس میں سو اونٹ واجب ہیں۔''

(احسن الہدایہ جلد ۱۵ ص ۲۱)

یہ روایت کچھ الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ **ابو داؤد باب دیة الخطاء شبه العمد نسائی باب کم دیة شبه العمد، ابن ماجة باب دیة مغلظه** میں بھی موجود ہے۔

ہدایہ کی اس عبارت سے واضح ہوا کہ قتل شبہ عمد امام ابوحنیفہ کے یہاں یہ ہے کہ ایسی چیز سے عمداً مارا جائے جو ہتھیار نہ ہو اور نہ تفریق اجزا میں اس کے قائم مقام ہو۔ ایسی صورت میں قصاص واجب نہیں ہوتا دیت مغلظہ (یعنی سو اونٹ) عاقلہ (قاتل کے انصار و اعوان) پر آتی ہے۔ (شرح کتاب الآثار)

سید امیر علی عین الہدایہ جلد ۴ ص ۶۱۰ کتاب الجنایات میں لکھتے ہیں:

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کی دلیل اول قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ خبردار ہو کہ خطائے عمد کا مقتول ہے جو کوڑے وعصا کا مقتول ہو اور اس میں سو اونٹ ہیں۔

ف: اور خطائے عمد سے مراد شبہ العمد ہے چنانچہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ آگاہ ہو کہ خطاء شبہ العمد جو کوڑے وعصا سے مقتول ہو اس کی دیت سو اونٹ ہیں از نجملہ چالیس ایسے کہ جن کے پیٹوں میں ان کے بچہ ہوں۔ رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ وابن حبان اور امام محمد نے آثار میں ذکر کیا ہے کہ تیس حقہ اور تیس جذعہ اور چالیس جن کے پیٹوں میں ان کی اولاد ہو۔ مراد اس سے یہ کہ جوان قابل حمل اونٹنیاں ہوں اور یہی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے خطبہ حجۃ الوداع میں مروی ہے۔ رواہ الاربعۃ الا الترمذی ورواہ احمد والشافعی وعبدالرزاق وغیرہم اور یہ حدیث مرسل بھی مروی ہے بالجملہ حدیث قوی الاسناد ہے۔

(۸۹)......قصاص صرف تلوار سے ہی لیا جائے

عن ابی بکرۃ عن النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال لا قود الا بالسیف

(ابن ماجہ ص ۱۹۶ بحوالہ نصب الرایہ ج ۴ ص ۳۴۱)

حضرت ابوبکرہ سے روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں کہ قصاص صرف تلوار سے ہے۔

عن النعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لا قود الا بالسیف

حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قصاص صرف تلوار سے ہے۔

(۹۰)......ریشم کا تکیہ لگانے میں کوئی حرج نہیں

فقہ حنفی میں مرد کے لیے ریشم کا استعمال حرام ہے۔ ہم نے اس مسئلہ کی تفصیل ہدایہ پر اعتراضات کا علمی جائزہ ص ۴۲۴ تا ۴۳۳ میں کردی ہے وہاں پر دیکھ لیں۔ مختصراً یہاں پر بھی عرض کرتے ہیں۔

موطا امام محمد مترجم ص ۴۷۲ تا ۴۷۵ باب ما یکرہ من لبس الحریر والدیباج میں ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کسی مسلمان مرد کے لیے روا نہیں کہ وہ ریشم، ریشمی کپڑا یا سونا پہنے یہ تمام چیزیں چھوٹے بڑے مردوں کے لیے ناجائز ہیں عورتوں کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں اسی طرح حربی مشرک کو بطور تحفہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ ہتھیار یا زرہ دینا جائز نہیں۔ یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ہمارے عام فقہاء کا قول ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب فقہ حنفی میں مرد کے لیے ریشم کا استعمال جائز نہیں تو پھر یہ تکیہ لگانے کا جواز کیسا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ریشم سے متعلق کتب احادیث میں جو روایات مروی ہیں جب ان کا جائزہ لیا جائے تو اتنی سی گنجائش جواز کی نکل آتی ہے۔ اس لیے فقہائے احناف نے ان روایات سے جواز کا قول کیا ہے مگر بہتر استعمال نہ کرنا ہی ہے۔

(ان روایات کے لیے دیکھئے: مسلم کتاب اللباس والزینة)

حدیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جوؤں کی شکایت کی تو آپ نے ان کو جنگ کے دنوں میں ریشم پہننے کی اجازت دے دی۔ (مسلم کتاب اللباس والزینة)

خاص تکیہ استعمال کرنے کی روایات بھی ہدایہ میں موجود ہیں۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ریشم کے تکیہ پر ٹیک لگا کر بیٹھے ہیں۔ نیز حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بستر پر ریشمی تکیہ تھا۔

(احسن الہدایہ جلد ۱۳ص ۳۵۱)

نصب الرایہ فی تخریج احادیث ہدایہ ج ثانی ص ۲۸۳۔ اعلاء السنن جلد ۱۷ص ۲۸۰ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر موجود ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

مؤذن بنی دواعہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا وہ ریشم کے تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ ان کے پاؤں کے پاس موجود تھے۔

(۹۱)......خچر بنانے میں کوئی حرج نہیں

احسن الہدایہ میں ہے، فرماتے ہیں کہ چوپایوں کو خصی کرنے اور گدھے کو گھوڑی پر چڑھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لیے کہ پہلے میں چوپائے اور لوگوں کا فائدہ ہے۔ اور یہ بات درست ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خچر کی سواری کی ہے۔ اگر یہ فعل حرام ہوتا تو آپ علیہ السلام خچر پر سوار نہ ہوتے کیوں کہ اس میں اس کا دروازہ کھولنا لازم آتا ہے۔

اس خچر کا نام دلدل تھا جو شاہ اسکندریہ مقوقس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ بھیجا تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سواری فرمائی۔ کیوں کہ خچر ایک مضبوط جانور ہے اس سے بہت دشوار کام بھی بہ آسانی ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خچر کا ذکر اپنے انعامات کے سلسلہ میں قرآن مجید میں کیا ہے۔

سورۃ نحل آیت نمبر ۸ پارہ نمبر ۱۴ میں ہے:

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً وَّيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

اور اُسی نے پیدا کیے گھوڑے اور خچر اور گدھے تاکہ تم سوار ہو ان پر اور زینت کے لیے اور وہ پیدا کرتا ہے جو تم نہیں جانتے۔

جن احادیث میں اس فعل سے منع فرمایا گیا ہے اس کا کیا مطلب ہے۔ ہم یہاں پر پہلے وہ احادیث نقل کرتے ہیں پھر اس کا صحیح مطلب بھی بیان کرتے ہیں جس سے واضح ہوجائے گا کہ احناف ان احادیث کو مانتے ہیں صرف مفہوم کا فرق ہے۔

پہلی حدیث:

روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بندہ مامور تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو کسی چیز سے خاص نہ فرمایا لوگوں کے بغیر سوا تین چیزوں کے ہم کو حکم دیا کہ ہم وضو پورا کریں اور صدقہ نہ کھائیں اور گھوڑی پر گدھا نہ چڑھائیں۔ (مشکوۃ باب اعداد آلۃ الجہاد فصل ثانی)

اس حدیث میں تین باتوں کا حکم ہے:

① ......اہل بیت کو وضو کرنے کے وقت عام مسلمانوں سے زیادہ احتیاط کرنی چاہیے یہ

اہل بیت کی خصوصیت ہے۔

②......اسی طرح بنی ہاشم خصوصاً اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ، فطرہ، نذر وغیرہ واجب صدقے نہیں لے سکتے اگرچہ غریب ہوں۔ حتیٰ کہ زکوٰۃ کا عامل اگر غنی بھی ہو تو زکوٰۃ سے اسے تنخواہ دی جائے گی۔ لیکن اگر عامل سید ہوا سے زکوٰۃ سے اجرت بھی نہیں دے سکتے یہ ہے اس پاک وصاف نسب کی طہارت ونجابت۔

③......تیسرا حکم یعنی ہم اہل بیت خچر نہ بنائیں خیال رہے کہ خچر بنانا بلاوجہ عوام کے لیے مکروہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور خاندان کے لیے حرام ہے کیوں کہ خچر بنانے میں اعلیٰ سے ادنیٰ حاصل کرنا ہے کہ گھوڑا اعلیٰ ہے خچر ادنیٰ۔ اسی لیے جہاد میں غازی کے گھوڑے کا تو حصہ ہوتا ہے اس کے خچر کا حصہ نہیں ہوتا۔ مگر چونکہ کبھی خچر بھی کام آتا ہے اس لیے خچر بنانا عام امتیوں کے لیے حرام نہیں مگر اہل بیت اطہار کے لیے حرام ہے۔

اس حدیث میں ایسے لوگوں کا رد بھی ہے جو کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باطنی علوم اہل بیت اطہار کو دے گئے جن کی خبر دوسروں کو نہیں۔ (مرقات)

خیال رہے کہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے خاص فرد ہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے ہیں اور خود ہاشمی ہیں۔

دوسری حدیث:

روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک خچر ہدیہ پیش کیا گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہم بھی گدھے کو گھوڑی پر چڑھایا کرتے تو ہمارے پاس بھی اس جیسے جانور ہو جاتے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کام وہ لوگ کرتے ہیں جو جانتے نہیں۔

اس روایت سے کئی باتیں ثابت ہوئیں۔

① خچر کا ہدیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا۔

② آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس خچر پر سوار بھی ہوئے۔

③ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک آپ کو اس کی سواری مرغوب اور بھلی معلوم ہوئی جس کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خواہش ظاہر فرمائی۔

④ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ کام وہ لوگ کرتے ہیں جو جانتے نہیں۔"

یعنی جو لوگ احکام شرعی سے ناواقف ہیں وہ یہ کام کرتے ہیں خیال رہے کہ خچر بنانا معزز ین کو جائز نہیں۔

فقہ حنفی بھی صرف جواز کی حد تک قائل ہے اور جواز کے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہدیہ قبول فرمایا اور اس پر سواری بھی فرمائی۔

البتہ اگر گدھا اور گھوڑی خود ایسا کر لیں اور خچر پیدا ہو جائے تو جائز ہے۔

(۹۲)......نابالغ بچوں سے خدمت کروانا منع ہے

مسئلہ کی وضاحت:

فقہ حنفی میں بچوں سے خدمت لینے کے متعلق کافی تفصیل ہے ہر حال میں منع نہیں ہے۔ منع اور مکروہ ایسی جگہ ہے جہاں پر گناہ کا خطرہ ہو یا بچوں پر ظلم ہوتا ہو۔ فقہ حنفی میں جو بعض فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔ وہاں پر ایسے بچے مراد ہیں جو "امرد" ہوں۔ امرد کہتے ہیں ایسا بے ریش لڑکا جو بلوغت کے قریب ہو۔ جب ایسے بچے سے خدمت لو گے یا اپنے پاس رکھو گے تو گناہ کا خطرہ ہو گا۔

(۱)......حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اپنی تفسیر معارف القرآن ج۶ ص۴۰۰ میں لکھتے ہیں:

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بہت سے اسلافِ امت کسی امرد (بے ریش) لڑکے کی طرف دیکھتے رہنے سے بڑی سختی کے ساتھ منع فرماتے تھے۔ اور بہت سے علماء نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ (غالبًا یہ اس صورت میں ہے جب کہ بری نیت اور نفس کی خواہش کے ساتھ نظر کی جائے۔)

(۲)......بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے:

حُرِّمَ النَّظَرُ اِلٰی وَجْهِهَا وَجْهِ الْاَمْرَدِ اِذَا شَكَّ فِی الشَّهْوَةِ قَالَ مَشَائِخُنَا تُمْنَعُ الْمَرْءَةُ الشَّابَّةُ مِنْ كَشْفِ وَجْهِهَا بَيْنَ الرِّجَالِ فِيْ زَمَانِنَا لِلْفِتْنَةِ

یعنی اجنبی عورت اور خوب صورت بے ریش لڑکے کے چہرہ کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ اگر خوفِ شہوت ہو۔ مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ جوان عورت کو مردوں میں چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے گا۔ ہمارے زمانہ میں بوجہ فتنہ کے۔

(۳)...... مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی تصوف پر مشہور زمانہ کتاب عوارف المعارف کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

جس وقت محفلِ سماع میں مغنی بے ریش لڑکا ہو تو فتنہ متوجہ ہوتا ہے، تمام خدا ترس لوگوں کے نزدیک یہ سماع قطعاً حرام ہے۔ حضرت بقیہ بن ولید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''اسلاف بے داڑھی کے حسین لڑکے پر نظر ڈالنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔'' حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: ''جس نظر میں بھی نفسانی خواہش ہو، اس میں کوئی بھلائی نہیں۔'' بعض تابعین فرمایا کرتے تھے کہ میں کسی تائب نوجوان کے لیے خوفناک درندے کو اتنا خطرناک اور مہلک نہیں سمجھتا جتنا ایک بے ریش لڑکے سے اس کی مجالست کو۔

خلاصہ یہ کہ جماعت صوفیاء کے لیے اب صرف ایک ہی صورت رہ جاتی ہے، وہ یہ کہ اس قسم کی محفلوں سے پرہیز کریں اور مواضع تہمت سے بچیں۔ کیوں کہ تصوف تو سراپا صدق و حقیقت ہے۔ اسے ہرگز ہزل واستہزاء سے نہ ملائیں۔

(عوارف المعارف بھامش الاحیاء ج۲ ص۲۲۱ بحوالہ اسلام اور موسیقی ص ۳۲۸، ۳۲۹)

(۹۳)...... مسلمان اور ذمی کی دیت برابر ہے

عن اسامة بن زيد ان رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جعل دية المعاهد كدية المسلم

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہد کی دیت مسلمان کی دیت جیسی مقرر کی (یعنی مسلمان اور کافر دونوں دیت میں برابر ہیں) (نصب الرایہ ج۴ ص۳۶۷)

عن سعيد بن المسيب قال قال رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دية كل ذى عهد فى عهده الف دينار.

حضرت سعید بن مسیب سے فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر ذی عہد (ذمی) کی

دیت آپ ﷺ کے زمانے میں ایک ہزار دینار تھی۔ (نصب الرایہ ج ۴ ص ۳۶۶)

(۹۴)......دیت ثابت نہیں مگر قاتل کی رضامندی سے

حنفیہ کے ہاں قتل عمد میں اولیاء مقتول کو صرف قصاص کا حق ہے۔ قاتل کی رضا کے بغیر اولیاء خود بخود اس پر دیت کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔ حنفیہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قرآن پاک کی متعدد آیات اور کئی احادیث نے یہ بات متعین کر دی ہے کہ عمداً جنایت کا اصل موجب قصاص ہی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

پہلی آیت:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى

اے اہل ایمان تمہارے اوپر قصاص فرض کیا گیا ہے مقتولین کے بارے میں، تو آزاد کے بدلے آزاد قتل کیا جائے گا، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت کو قتل کیا جائے گا۔ (البقرہ: ۱۷۸)

دوسری آیت:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ

اور ہم نے لکھا ان پر اس تورات میں کہ بے شک جان جان کے بدلے ہے اور آنکھ آنکھ کے بدلے اور ناک ناک کے بدلے اور کان کان کے بدلے اور دانت دانت کے بدلے اور زخموں کا قصاص ہے۔ (المائدہ: ۴۵)

ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ قتل کا بدلہ قصاص میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں ربیع کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: یا انس! کتاب الله القصاص ''یعنی کتاب اللہ کا فیصلہ قصاص ہی کا ہے۔'' (مشکوٰۃ کتاب القصاص فصل اول)

ایسی ہی بعض احادیث میں مصرح ہے۔ العمد قود والخطأ دية (نصب الرایہ

ج٤ ص ۲۲۷. ۲۲۸) ان نصوص سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قتل عمد کا اصل موجب قصاص ہے اس لیے حنفیہ کے ہاں اولیاء مقتول کو صرف اسی کا حق ہے اگر وہ اس سے انحراف کر کے کچھ اور لینا چاہتے ہیں تو چونکہ وہ شرعاً قاتل پر واجب نہیں ہے اس لیے اس کی رضا ضروری ہے۔

(۹۵)......کسی کے گھر میں جانکنے والے کی اگر کوئی غلطی سے آنکھ نکال دے تو ضمان (دیت) دے

حدیث نمبر ۱:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی آدمی نے تیری اجازت کے بغیر تیرے گھر میں جھانکا اور تو نے اس کو کنکر مار دیا جس سے اس کی آنکھ پھوٹ گئی تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔ (بخاری)

تشریح:

اس روایت کے الفاظ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس مسلک کی تائید کرتے ہیں کہ قصداً آنکھ کو پھوڑنا درست نہیں، البتہ اگر کنکر مارنے سے آنکھ پھوٹ جائے تو کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ تاہم گناہ نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی دیت بھی لازم نہیں آئے گی کیوں کہ اس نے ناحق اس کی آنکھ پھوڑی ہے۔ چنانچہ خطا ہونے کی وجہ سے اگرچہ اس پر قصاص لازم نہیں آتا لیکن دیت بہرحال لازم آئے گی۔

حدیث نمبر ۲:

عبداللہ بن ابوبکر سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ایک فیصلہ لکھا جس میں یہ تھا کہ آنکھ کی دیت پچاس اونٹ ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ۹/۳۲۶)

(۹۶)......استنجا کے لیے جتنے مرضی ڈھیلے استعمال کرے کوئی عدد سنت نہیں

حدیث نمبر ۱:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ اتَّبَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَرَجَ لِحَاجَتِهِ فَكَانَ

لَا يَلْتَفِتُ فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَقَالَ ابْغِنِي أَحْجَارًا أَسْتَنْفِضْ بِهَا أَوْ نَحْوَهُ وَلَا تَأْتِنِي بِعَظْمٍ وَلَا رَوْثٍ فَأَتَيْتُهُ بِأَحْجَارٍ بِطَرَفِ ثِيَابِي فَوَضَعْتُهَا إِلَى جَنْبِهِ وَأَعْرَضْتُ عَنْهُ فَلَمَّا قَضَى أَتْبَعَهُ بِهِنَّ (بخاری، باب الاستنجاء بالحجارة، ج۱ ص۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے نکلے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اِدھر اُدھر نہیں دیکھتے تھے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پتھر تلاش کر کے لا کر دو میں ان سے استنجا کروں گا اور میرے پاس ہڈی اور گوبر نہ لانا۔ میں اپنے کپڑے میں پتھر لے کر آیا، پس وہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں لا کر رکھ دیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ پھیر لیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت سے فارغ ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پتھروں سے استنجاء کیا۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈھیلوں کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے کیوں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کپڑے میں ڈھیلے لائے تھے کتنے لائے تھے اس کی تعیین نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے ڈھیلے استعمال کیے اس بات کا بھی کوئی یقین نہیں ہے۔

حدیث نمبر۲:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے آئے اور مجھے حکم دیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین پتھر (یا مٹی کے ڈھیلے) لا کر دوں، پس مجھے دو پتھر مل گئے میں نے تیسرے پتھر کو تلاش کیا تو وہ مجھے نہیں ملا تو میں نے گوبر (کا ٹکڑا) اٹھا لیا پس وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو پتھر لے لیے اور گوبر کو پھینک دیا اور فرمایا یہ نجس ہے۔
(بخاری، کتاب الوضوء، باب لا یستنجی بروث جلد اول)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو پر اکتفا فرمایا اگر تین ہی واجب ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو پر اکتفا نہ فرماتے۔ امام ترمذی نے اس حدیث پر باب الاستنجاء بالحجرین کا عنوان قائم کر کے یہی بتلایا ہے کہ اس واقعہ میں دو پر اکتفا فرمایا گیا۔

نوٹ:

اگر کوئی تین پتھر استعمال کر لے تو حنفی اس کو مستحب یا جائز کہتے ہیں۔ مگر واجب یا سنت موکدہ نہیں کہتے۔

(۹۷)......اگر ہڈی اور گوبر سے کوئی استنجاء کرلے تو کافی ہو جائے گا

ہدایہ میں مکمل مسئلہ اس طرح لکھا ہوا ہے اور (کوئی بھی شخص) ہڈی اور گوبر سے استنجاء نہ کرے۔اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔اور اگر کسی نے کرلیا تو کافی ہو جائے گا۔اس لیے کہ مقصود حاصل ہو چکا۔اور گوبر میں نہی کی علت نجاست ہے۔اور ہڈی میں اس کا جنات کی خوراک ہونا ہے۔شارح ہدایہ مفتی عبدالحلیم قاسمی بستوی لکھتے ہیں:

کوئی بھی شخص ہڈی اور گوبر سے استنجاء نہ کرے اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔(احسن الہدایہ ج۱ص ۲۸۸)

(۹۸)......کسی خاص نماز کے لیے کسی خاص سورۃ کو مقرر کر لینا مکروہ ہے

اس مسئلہ کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب ہدایہ پر اعتراضات کا علمی جائزہ ص ۳۷۳ تا ۳۷۸ میں لکھ دی ہے، تفصیل تو وہاں پر ہی ملاحظہ فرمائیں۔مختصراً یہاں پر بھی کچھ عرض کرتے ہیں۔

مفتی عبدالحلیم قاسمی صاحب لکھتے ہیں:

مسئلہ یہ ہے کہ کسی بھی نماز کے لیے قرآن کریم کے کسی خاص حصے کا پڑھنا لازم اور ضروری نہیں ہے کہ اگر اس نماز میں اس حصہ کو نہ پڑھا جائے گا تو نماز ہی درست نہیں ہوگی۔ کیوں کہ قرأت قرآن کے سلسلے میں جو آیت ہے یعنی فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ وہ مطلق ہے اور المطلق يجزى على اطلاقه کے پیش نظر پورے قرآن میں سے کہیں سے بھی قرأت کرنے سے نماز ہو جائے گی لہٰذا قرآن کے کسی بھی حصے کو خاص کرنا درست نہیں ہے۔ (احسن الہدایہ جلد دوم ص ۹۵۔۹۶)

قرآن اور بہت سی احادیث سے احناف کے نظریہ کی تائید ہوتی ہے۔ان کے خلاف ایسا نظریہ قائم کرنا درست معلوم نہیں ہوتا۔صاحب ہدایہ نے اس مقام پر مکرہ کی وجہ بھی ساتھ ہی لکھی ہے۔جس سے مسئلہ آسانی سے سمجھ آجاتا ہے۔بہرحال فقہ حنفی کا مسئلہ قرآن کے مطابق ہے۔

(۹۹)......نمازشکرانہ یا سجدہ شکر

حدیث نمبر۱:

شعثا بیان کرتی ہیں میں نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کو دو رکعت ادا کرتے ہوئے دیکھا بعد میں انہوں نے بتایا کہ نبی اکرم ﷺ نے چاشت کے وقت دو رکعت اس وقت ادا کی تھی جب (غزوہ بدر کے موقع پر) آپ کو فتح کی خوش خبری سنائی گئی (راوی کو شک ہے) یا شاید ابو جہل کے سر (لائے جانے کی خوش خبری سنائی گئی) (سنن دارمی جلد اول، باب فی سجدۃ الشکر)

حدیث نمبر۲:

عبداللہ بن ابی اوفی نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو جب ابو جہل کے سر کی خوش خبری سنائی گئی تو آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ (ابن ماجہ، باب ما جاء فی الصلوٰۃ والسجدۃ عند الشکر)

(۱۰۰)......ظہر کا آخر وقت دو مثل پر ہوتا ہے

حدیث نمبر۱:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ لِلظُّهْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْرِدْ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ أَبْرِدْ حَتّٰى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُولِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ

(بخاری، مواقیت الصلوٰۃ، باب الابراد بالظھر فی السفر، ج۱ ص۷۷.

ومسلم باب استحباب الابراد بالظھر، ج۱ ص۲۲٤)

حضرت ابوذر غفاری سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر پر تھے موذن نے ارادہ کیا ظہر کے لیے اذان کہنے کا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ٹھنڈے وقت میں۔ اس نے پھر اذان کہنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا ٹھنڈے وقت میں یہاں تک کہ جب ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھا تو نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک گرمی کی شدت جہنم[۱] کے جوش مارنے کی وجہ سے ہے۔ جب گرمی سخت ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

حدیث نمبر۲:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا عَنِ الصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ

(ترمذی، باب ما جاء فی تاخیر الظهر، ج۱ ص۴۰. نسائی، باب الابراد بالظهر، ج۱ ص۸۷. وأبوداؤد، باب فی صلوٰة الظهر، ج۱ ص۵۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب گرمی زیادہ ہو جائے تو نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو (یعنی تاخیر سے پڑھو) بے شک گرمی زیادہ ہونا جہنم کے جوش مارنے کی وجہ سے ہے۔

حدیث نمبر۳:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ظہر کی نماز پڑھو جب تمہارا سایہ ایک مثل ہو۔ اور عصر کی نماز پڑھو جب تمہارا سایہ دو مثل ہو۔ (مؤطا امام مالک ص ۶۔ مصنف عبدالرزاق ج ۱ص ۵۴۲)

(۱۰۱)......نہ قیدیوں کا بدلہ لیا جائے اور نہ ان پر احسان کیا جائے

مسئلہ کی وضاحت:

جن روایات میں قیدیوں پر احسان کرنے کا ذکر ہے وہ پہلے زمانہ کی ہیں۔ کیوں کہ شروع اسلام میں کفار قیدیوں کو احسان کر کے چھوڑ دینا جائز تھا۔ پھر منسوخ ہو گیا۔ یہی مذہب ہے امام ابوحنیفہ، مالک واحمد رحمہم اللہ کا۔ فقہائے احناف فرماتے ہیں کہ یہ احادیث اس آیت کی وجہ سے منسوخ ہیں۔

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوهُمْ

''یعنی قتل کرو مشرکوں کو جہاں پاؤ تم ان کو۔'' (التوبہ:۵)

دوسری آیت:

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً ''اور تم لڑو مشرکوں سے اکٹھے۔'' (التوبہ:۳۶)

(۱۰۲)......کسی نابالغ یا بالغ کو دریا میں غرق کیا تو قصاص نہیں

فقہ حنفی میں ایسے مجرم پر دیت اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

(بنایہ شرح ہدایہ ج ۱۲ ص ۱۲۹)

امام صاحب کے نزدیک قصاص نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پانی سے واقع ہونے والا قتل یقیناً شبہ عمد ہوگا اور شبہ عمد میں دیت واجب ہوتی ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

عن علی قال قتیل السوط والعصا شبه عمد

(مصنف ابن ابی شیبة ج۵ ص۳۴۸، مصنف عبد الرزاق حدیث ۱۷۱۹۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوڑے اور لاٹھی کا مقتول شبہ عمد ہے۔

صاحب ہدایہ نے جو (حدیث من غرق غرقناہ) امام شافعی کی دلیل کے طور پر نقل کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع متصل نہیں ہے بلکہ یہ حدیث کے راوی زیاد کا اپنا کلام ہے۔ اور ایسی حدیث سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ اس حدیث کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ہم اس حدیث کو مان بھی لیں تو یہ حدیث سیاست مدنیہ پر محمول ہوگی۔

(احسن الہدایہ ج۱۵ ص۵۵)

(۱۰۳)......میاں بیوی کے درمیان قصاص نہیں سوا قتل کے

اس مسئلہ کی تشریح اس طرح ہے کہ مرد نے عورت کی جان کو قتل کیا تب تو عورت کا قصاص مرد سے لیا جائے گا۔ اور مرد کو عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا۔ لیکن مرد نے عورت کا ہاتھ کاٹا، پاؤں کاٹا، یا ناک کاٹی تو ان میں قصاص کے طور پر مرد کا ہاتھ، پاؤں، ناک نہیں کاٹے جائیں گے بلکہ دیت لازم ہوگی۔ حدیث میں آتا ہے۔

عن حماد قال لیس بین الرجل والمرأة قصاص فیما دون النفس فی العمد. (مصنف ابن ابی شیبة ج۵ ص۴۱۰)

حضرت حماد نے فرمایا مرد اور عورت کے درمیان قصاص نہیں ہے نفس کے علاوہ میں قطع عمد میں۔

اس اثر سے معلوم ہوا کہ جان کے علاوہ کو جان بوجھ کر زخمی کیا تو اس میں قصاص نہیں دیت ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے:

(احسن الہدایہ جلد ۱۵ ص ۷۰، ۷۱، احکام جنایات کے بیان میں)

(۱۰۴)......مسلمان اگر کسی نصرانی کو شراب کی خرید و فروخت پر لگائے تو اس کی آمدنی مسلمان کے لیے جائز ہے

عن سويد بن غفلة قال بلغ عمر بن الخطاب ان ناسًا ياخذون الجزية من الخنازير وقال بلال انهم ليفعلون فقال عمر لا تفعلوا ولوهم بيعها.

(اعلاء السنن جلد١٤ ص١١١)

حضرت سوید بن غفلہ فرماتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی کہ لوگ خنزیروں کا جزیہ لیتے ہیں۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ لوگ ایسا کرتے تھے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم ایسا مت کرو اور ان کو خنزیروں کی بیع کا مالک بنا دو۔ (یعنی وہ خنزیر بیچیں اور تم ان سے قیمت وصول کر لیا کرو۔)

عن سويد بن غفلة ان بلال قال لعمر بن الخطاب ان عمالك ياخذون الخمر والخنازير في الخراج. فقال لا تاخذوها منهم ولكن ولوهم بيعها وخذوا انتم من الثمن (اعلاء السنن جلد نمبر١٤ ص١١١. ١١٢)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کے عمال خراج (ٹیکس) میں شراب اور خنزیر لیتے ہیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم ان سے یہ مت لو بلکہ تم ان کو بیع کا مالک بنا دو اور تم ان سے ثمن لے لیا کرو۔

(۱۰۵)......تعزیر کا حکم

ہمارے ہاں وہ حدیث منسوخ ہے جس میں آتا ہے کہ دس کوڑوں سے زیادہ نہ لگائیں جائیں۔ امام مالک کے ہاں زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہے۔ بہتر یہ ہے حاکم انتالیس کوڑے تک تعزیر لگا سکتا ہے۔ یعنی غلام کی سزا قذف چالیس کوڑے ہے اس سے کم رکھے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک ۷۵ کوڑے تک لگا سکتا ہے۔ یعنی آزاد کی سزا تہمت اسی کوڑے ہے اس سے کم رکھے یہ استحبابی حکم ہے۔

ورنہ اگر ضروری سمجھے تو حد سے زیادہ بھی لگائے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معن ابن

زائدہ کو دھوکہ دہی کی سزا میں ایک سو کوڑے لگائے اور قید بھی کیا کچھ روز کے بعد ایک سو کوڑے اور لگائے کچھ دن بعد ایک سو کوڑے اور لگائے غرضیکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے یہ عمل بتا رہے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ (مرقات) یہ گفتگو اس صورت میں ہے کہ قاضی جنس حد سے سزا دے اگر دوسری جنس سے سزا دے تو تعزیر میں قتل بھی جائز ہے۔

مشکوٰۃ شریف کی حدیث ابن عباس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فاضربوہ عشرین کا حکم فرمایا ہے۔ مکمل حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص کسی (مسلمان) کو کہے اے یہودی تو اس کو بیس کوڑے مارو اور اگر مخنث کہے تب بھی اس کو بیس کوڑے مارو اور جو شخص محرم عورت سے زنا کا مرتکب ہو اس کو مار ڈالو۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بطور تعزیر بیس کوڑے بھی مارے جا سکتے ہیں اور قتل بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس حدیث کا آخری جملہ ''جو شخص محرم عورت سے زنا کا مرتکب ہوا اس کو مار ڈالو۔'' میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ حضرت امام احمد نے اس ارشاد کے ظاہری مفہوم پر عمل کیا ہے جب کہ جمہور علماء کے نزدیک اس کا ظاہری مفہوم مراد نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق صرف زجر وتہدید سے ہے بعض حضرات نے یہ فرمایا ہے کہ یہ ارشاد اس بات پر محمول ہے کہ جو شخص حلال اور ہلکا جان کر کسی محرم عورت سے زنا کرے اس کو مار ڈالا جائے ورنہ محرم عورت کے ساتھ زنا کا بھی وہی حکم ہے جو دوسری عورتوں کے ساتھ زنا کا ہے۔ اگر زانی محصن (شادی شدہ) ہو تو اس کو سنگسار کیا جائے اور اگر غیر محصن (کنوارا) ہو تو سو کوڑے مارے جائیں۔ کیوں کہ زنا زنا ہی ہے اس لیے ایسے مجرم کو بھی ایسی سزا ملے گی جو قرآن وسنت میں زانی کے لیے مقرر ہے۔

فہرست کتب

نام کتاب	قیمت
1 ---- امام ابوحنیفہ پر اعتراضات کے جوابات	
2 ---- فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات	
3 ---- حقائق الفقہ بجواب حقیقت الفقہ	
4 ---- آفتاب محمدی بجواب شمع محمدی (۲ جلدیں)	
5 ---- اہل سنت کی تصنیفی خدمات کی ایک جھلک	
6 ---- فتاوی عالمگیری پر اعتراضات کے جوابات	
7 ---- ہم اہل سنت والجماعت کیوں ہیں	
8 ---- دلائل احناف (مجموعہ احادیث)	
9 ---- بہشتی زیور پر اعتراضات کے جوابات	
10 ---- تکبیرات العیدین مع قربانی کے تین دن	
11 ---- ننگے سر نماز	
12 ---- جرابوں پر مسح	
13 ---- مسائل اربعہ (مرد وعورت کی نماز میں فرق)	
14 ---- بیس تراویح کا ثبوت	
15 ---- فرض نماز کے بعد دعا کا ثبوت	
16 ---- رسائل پیر جی	
17 ---- مجموعہ وظائف (پنج سورہ شریف)	
18 ---- فیضان مصطفیٰ (مجموعہ درود شریف)	
19 ---- خاص خاص سورتیں اور ان کے فضائل	
20 ---- فضائل سادات مع تذکرہ اولیاء سادات	
21 ---- مسائل قربانی قرآن وسنت کی روشنی میں	
22 ---- ہدایہ پر اعتراضات کا علمی جائزہ	
23 ---- احادیث مصطفیٰ ﷺ اور مسلک احناف	
24 ---- شجرات طریقت	

